ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

سکھ اور مسلمان

یہ پنجابی زبان ہے۔ جسے ہمارے یُوپی وغیرہ کے دوست شاید نہ سمجھ سکتے ہوں۔ اس لئے میں اُردو میں مطلب بیان کرتا ہوں۔ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ یہ کلمہ طیبہ ہی ہے۔ جس کی برکت سے نفسانی خواہشات دور ہو جاتی ہیں۔ اور انسان نجات اور ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ سکھ صاحبان یا کوئی اور یہ کہدے۔ کہ اس کلمہ سے مراد کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں۔ بلکہ کوئی اور کلمہ ہے۔ اور اس سے مراد اُنکا ست نام وغیرہ ہے۔ لیکن میں بتاتا ہوں۔ کہ باوا صاحب نے جس کلمہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہی کلمہ ہے۔ جسے مسلمان پڑھتے ہیں۔ اور سوائے اس کے اور کوئی کلمہ اس سے مراد نہیں۔ چنانچہ آپ اسی جنم ساکھی بھائی بالا کے صفحہ ۱۴۱ پر فرماتے ہیں ؎

پاک پڑھیو کلمہ ہک سدا محمدؐ نال ملائے

ہوئیا معشوق خدائیدا ہوئیا تل الہیہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاک کلمہ پڑھو جو توحید باری تعالیٰ کا مظہر جس کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک یعنی محمدؐ آتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے پیارا اگر کوئی خدا کا ہے تو وہی ہے جس نے اپنا تن من دھن سب خدا کے نام پر قربان کر دیا تھا۔ پس اسکا نام بھی کلمے میں خدا کے نام کے ساتھ ہے۔ وہی پاک کلمہ پڑھنا چاہیئے۔ اور اسی پاک کلمہ کے پڑھنے سے نجات ملتی ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

باوا صاحب کون سا کلمہ پڑھتے تھے۔

یہاں تک تو کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ باوا صاحب خود بھی اسے پڑھتے اور نجات کا ذریعہ جانتے تھے یا نہ؟ سو اسکے لئے بھی جنم ساکھی بھائی بالا ہی کے صفحہ ۱۷۲ پر لکھا ہے۔ باوا صاحب فرماتے ہیں ؎

کلمہ اکسے یکار یادو جانائیں کوئی

کہ میرے لئے تو ایک کلمہ ہی بس ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی قول مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان لوگوں کے دردناک حشر اور انجام کا ذکر جو کہ اس کلمے کے برخلاف کوئی بات کہیں یا اس کی مخالفت کریں۔ ان الفاظ میں باوا صاحب نے بیان کیا ہے ؎

جو کہیں ناپاک ہے دوزخ یا دن سوئی

یعنے جو اس کلمہ کو بُرا کہتے ہیں اُنکی سزا دوزخ ہے۔

جنتر منتر

کلمہ طیبہ کے متعلق باوا صاحب کا عقیدہ اور عمل بتانے کے بعد میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ کیا ہندوؤں کے جنتر منتر کی بھی باوا صاحب ویسی ہی عزت کرتے تھے۔ جیسی کلمہ کی۔ اور کیا اس پر بھی انکا ویسا ہی عمل تھا۔ جیسا کلمہ طیبہ پر۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ کیونکہ اگر وہ مسلمان نہ تھے۔ اور ہندو تھے۔ تو یہ ناممکن تھا کہ وہ ہندوؤں کی باتوں کو چھوڑتے اور مسلمانوں کی باتوں کو لیتے۔ اور یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ باوا صاحب نے ہندوؤں کی باتوں کو چھوڑا ہی نہیں۔ بلکہ ان کی برائی بھی بیان کی ہے۔ گرنتھ صاحب میں آتا ہے جس قدر جنتر اور منتر ہیں۔ سب پاکھنڈ ہیں۔ جیسا کہ سوہی محلہ ا میں لکھا ہے ؎

تنت منت پاکھنڈ نہ جانا رام روے من مانیا

نماز۔ روزہ وغیرہ اور گائیتری

کلمہ طیبہ کے بعد نماز۔ روزہ کا عقیدہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ایک کافر اور مسلمان کے درمیان مابہ الامتیاز ہے یہی حال روزہ کا ہے۔ اسلام میں ان ہردو کی پابندی ازحد ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا باوا صاحب ان مسائل کی تردید کرتے ہیں یا ان کی تائید و تصدیق؟ اسکا جواب شری گرو گرنتھ صاحب سری راگ محلہ پہلا میں موجود ہے۔ جہاں آپ فرماتے ہیں ؎

عیب تن چکڑ وہ من مینڈ کو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنورا استاد نت بھاکیا بولے کیوں بوجھے جاں نہ بوجھائی

آکھن سنایون کی بانی ایہہ من رتا مایا ؎
خصم کی نذریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دھایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پہ چلنا مال دہن کس کو سنجھائی

اس کا مطلب یہ ہے۔ تیرے عیب جو ہیں۔ یہ تو سارے تیرے تن کا کیچڑ ہیں۔ اور دل ان میں مینڈک کی طرح ہے۔ اس دل کے مینڈک کے سر پہ جو ہر وقت عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہو رہا ہے۔ کنول کا ایک پھول کھل رہا ہے۔ گرو جی بھنورا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی دلکش آواز سے بلا رہتا ہے۔ کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر آ۔ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول کھل رہا ہے۔ بھنورا یہ آواز تو دیتا ہے۔ مگر اوپر آئے کون۔ اوپر تو وہی آسکتا ہے جسے خود کرتار راہ ہدایت دکھائے۔ انکے سوا باقی سب اس آواز کو ایک کان سنتے ہیں۔ اور دوسرے کان نکال دیتے ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ جو اس آواز کو سنتے ہیں۔ اور جنہیں راہ ہدایت دکھائی جاتی ہے۔ اور جو ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں۔ تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر باوا صاحب کے اسلام پیار اور کیا گواہی ہو سکتی ہے کہ خود شری گرو گرنتھ صاحب میں باوا صاحب کی زبان مبارک سے نماز روزہ جیسے ضروری اسلامی احکام کے متعلق تاکید درج ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جو شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

شلوک مذکورہ پر اعتراض اور اس کا جواب

میرا کوئی سکھ دوست کہہ سکتا ہے کہ صرف تیس کا لفظ آجانے سے روزے اور پانچ کا لفظ آجانے سے نماز کہاں سے ثابت ہو گئی۔ ممکن ہے اس کا کوئی اور مطلب ہی ہو۔

اور آپ نے یونہی کھینچ تان کر اس سے روزہ وغیرہ اپنے مطلب کا مفہوم بنالیا ہو۔

تاریخ گرو خالصہ کی شہادت

سو میں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے تاریخ گرو خالصہ کو پیش کرتا ہوں اس تاریخ کے صفحہ ۵۵ پر صاف طور لکھا ہے۔

تیج۔ جمع کرنا مدی پنج نماز گذار ؎

پاچھوں تام خدائیدے ہوویں بہت خوار

مطلب اللہ کے نام کی جمع کرو جو دین و دنیا میں تمہارے کام آئے۔ اور یہ جمع ستیا نام وغیرہ کہنے سے نہیں۔ بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنے سے۔ تاریخ گرو خالصہ کا مصنف بہ وثوق کہتا ہے۔ کہ یہ شلوک شری گورو نانک صاحب کا ہے۔

تاریخ گورو خالصہ کوئی غیر مستند کتاب نہیں۔ بلکہ یہ ایک مستند کتاب ہے کیونکہ اس کے مصنف کے تصانیف پر مہاراجہ پٹیالہ نے لاکھوں روپیہ صرف کیا جن کا نام سردار گیان سنگھ جی گیانی اور سکھوں کے مشہور مؤرخ گذرے ہیں۔ جنہیں دیگر ساما نوں کے علاوہ معقول تنخواہ بھی اسی تاریخ کے لکھنے کے لئے دیجاتی تھی۔ سو یہ تاریخ غیر مستند تاریخ نہیں۔ کہ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ بلکہ یہ مستند ہے۔ اور سردار گیان سنگھ جی گیانی نے اپنی طرف سے بڑی تحقیق اور تدقیق کے بعد لکھی ہے۔ اس لئے اس تاریخ کا یہ بتانا کہ یہ شلوک باواجی کا ہی ہے۔ تمام اعتراضوں کو دور کردیتا ہے۔ ایسا ہی اور بھی چند ثبوت اسکے ہیں۔ مگر وقت کی کمی کے باعث میں اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔

تیس اور پانچ کے الفاظ سے تیس روزے اور پانچ نمازیں

اب رہا یہ امر کہ تیس اور پانچ کے الفاظ سے تیس روزے اور پانچ نمازیں کس طرح نکل آئیں۔ سو اس کے لئے میں شری گورو گرنتھ صاحب کی ایک تفسیر پیش کرتا ہوں۔ جو مہاراجہ فریدکوٹ نے لاکھوں روپیہ خرچ کرکے لکھوائی ہے جو آدی گرنتھ صاحب کی اس تفسیر کا مفسر یہی معنے کرتا یا کرتے ہیں۔

کہ ان سے روزے اور نماز مراد ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم شدہ امر ہے کہ یہ شلوک باوا صاحب کا ہے

باوا صاحب کی اپنی گواہی

اس کے ماسوا خود حضرت باوا صاحب بھی گرنتھ صاحب آدسری راگ محلا پہلا میں فرماتے ہیں

پنجوقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن
نانک آکھے گور سدیہی رہیو پینا کھانا

جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کو پابندی سے ادا کرو۔ نانک نصیحت کرتا ہے۔ کہ اس سے غفلت نہ کرو۔ معلوم نہیں کس وقت گور یعنی قبر تیرے لئے اپنی گود کو کھول دے۔ اور تو اس میں چلا جائے۔ اس لئے تلاوت قرآن کریم سے کبھی روگرداں نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ دنیا کا مال و دولت اور دنیا کے جھگڑے دھندے یہیں کے یہیں رہ جائیں گے۔ ساتھ نہیں جائیں گے۔ اس لئے نماز پنجگانہ کو باقاعدہ ادا کرو۔ کہ یہی ساتھ جانیوالی چیز ہے۔ نیز جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۵۵ پر بھائی گیان سنگھ جی گیانی نے بھی لکھا ہے۔ کہ باوا صاحب فرماتے ہیں سے

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجہوں نام خدائے ہوسیں بہت خوار

مطلب ظاہر ہے۔ جس طرح پہلے حوالہ میں گور (یعنی قبر) کے لفظ سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ آپ اسلامی عقائد کے پابند تھے۔ اسی طرح یہاں بھی پانچوں وقتوں کی نمازوں کی تاکید کرتے ہوئے بتا دیا۔ کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اسماء کو جمع کرو۔ اور جے ستیا رام جی اور اس قسم کے جملوں کا استعمال نہ کرو۔ کیونکہ جو خدا کے سوا کسی اور کا نام لیتا ہے۔ وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اور اسی طرح پانچوں نمازیں ادا نہ کرنے

والا بھی رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔

یہی نہیں کہ اس پر ہی حضرت باوا صاحب نے بس کر دی ہو بلکہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق تارکان نماز کو سخت وعید بتلاتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر فرماتے ہیں ؎

لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

یعنی ان پر لعنت ہے جو نمازوں کو ترک کرتے اور جو کچھ تھوڑا بہت کمایا گویا اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ ضائع کر رہے ہیں۔

بالکل واضح الفاظ ہیں۔ ایک کون ہے جو ان حوالجات کے ہوتے ہوئے یہ کہے کہ باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اور یہ کہ سری راگ محلہ پہلا کے شلوک کے ان الفاظ سے کہ ؎

تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

پانچ نمازیں اور تیس روزے مراد نہیں۔

تیس روزے دوستو! جیسا کہ ان حوالوں سے جو میں نے پیش کئے۔ اور ان حوالوں سے جو میں ابھی پیش کرونگا ثابت ہوتا ہے کہ باوا صاحب کے اس شلوک سے مراد پانچ نمازیں ہی ہیں۔ ایسا ہی میں تیس کے لفظ سے تیس روزوں کا ثبوت بھی دیتا ہوں۔ اگرچہ گرنتھ صاحب کی اس تفسیر کے بعد جو مہاراجہ فریدکوٹ نے کرائی۔ اور اس تاریخ گورو خالصہ کی شہادت کے بعد جو مہاراجہ پٹیالہ نے لکھوائی۔ اس بات کی ضرورت نہ تھی۔ کہ میں اور حوالجات پیش کرتا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ ان سے کسی شخص کی تسلی نہ ہو۔ اسلئے میں اور حوالے پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ روزوں کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۳ میں باوا صاحب کا قول مذکور ہے۔ جو اس طرح ہے ؎

نانک آکھے رُکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب

دُنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تربیہے روچڑے پنج نماز طلاق

لقمہ کھائے حرام دا سر تے چڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم تھیئے سو کیونکر کریں نماز

آتش دوزخ ہاویہ پایا تہاں نصیب
بہشت حلال کھاونا کیتا تہنا پلید

نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ دوزخ۔ بہشت۔ کتاب یعنی قرآن۔ حلال۔ حرام۔ طلاق۔ شیطان وغیرہ وغیرہ کا نام جس صفائی سے لیا گیا ہے اور جس طرح ان کے متعلق بتایا گیا ہے۔ کہ یہ سب خدا تعالیٰ کے احکام ہیں جو کتاب یعنے قرآن میں درج ہیں۔ وہ ظاہر ہے۔ کیا عقلمند آدمی کے سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اور سچے مسلمان تھے۔ ماسوا اور باتوں کے پانچ نمازوں کے ساتھ تریسٹھ روزوں (یعنے تیس روزوں) کا ذکر کرنا کیا اس بات کا ثبوت نہیں۔ کہ اس شلوک

میں بھی روزے ہی مراد تھے۔ پھر باوا صاحب نے اور بھی متعدد مقامات پر روزوں کے متعلق فرمایا ہے۔ مثلاً محلہ پہلا وار آسا میں فرماتے ہیں ؎

اونہیں دنیا تورڑے بندان ان پانی تھوڑا کھایا

یعنے روزے رکھنے والے دنیا میں رہتے ہوئے خدا کے جوار رحمت میں ہیں اور ہر طرح کے خدا کے فضل کے وارث ہیں۔

باوا صاحب اور اذان

نماز کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ پہلے اذان دیجائے سو اس کے لئے جنم ساکھی کلاں صفحہ ۳۰۲ سطر ۲۵ پر درج ہے ؎

کن وچ اُنگلیاں پائیکے تب نانک دِتی بانگ

ایسا ہی واران بھائی گورداس جی کے صفحہ ۴ سطر ۵ میں لکھا ہے ؎

دِتی بانگ نماز کرِ سن سماں ہویا جہاناں

اسی طرح اور مقامات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باوا نانک صاحب نے اذان دی۔ نمازیں پڑھیں۔ وضو کیا۔ حج کیا۔ مسلمان زہاد کی طرح کوزہ و مصلےٰ ہر وقت اپنے ساتھ رکھا اور مراحل روحانیت طے کرنے کے لئے صوفیا کے رنگ میں اسلامی بزرگوں کے مزاروں پر چلے کاٹے۔ غرضکہ تمام اسلامی طریق عبادت اور اس کے لوازمات کو پورا کیا۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کیا باوا صاحب کے مسلمان ہونے میں کوئی کسر باقی رہجاتی ہے۔

نماز روزہ اور گائیتری

پھر یہ بات اس وقت اور بھی روشن ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور اسلامی طریق عبادت کی باوا صاحب تعریف کرتے اور اپنے

مشنا اور دوسروں کے لئے اسے واجب العمل قرار دیتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب اور اس کی عبادت کے طریقوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اس سے ہر ایک کو بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔

پیارے بھائیو! جیسا کہ میں نے کلمہ طیبہ کے مقابل جنتر منتر کے متعلق باوا صاحب کی رائے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ ویسے ہی میں اب نماز روزہ کے مقابل ہندوؤں کی گائیتری۔ سندھیا۔ اپاسنا وغیرہ کے متعلق باواجی کی رائے پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ باوا صاحب ایک سچے مسلمان کی طرح ہندوؤں پر ان کی عبادات کے نقص بیان کرتے رہے ہیں۔ اور انہیں فرما رہے ہیں۔ کہ انکو چھوڑ دو۔ ان میں کچھ نہیں۔ فرماتے ہیں ؎

سندھیا ترپن کرے گائیتری بن بوجھے دُکھ پایا

منوا دستھ سندھیا کری دیچا نانک سندھیا کرہی من کھی جیونٹ گمرجنے وار دوار

(گرنتھ صاحب آد وار بہاگڑ)

یہ جو تم سندھیا اور گائیتری وغیرہ کرتے ہو۔ یہ بالکل فضول اور بے فائدہ ہے۔ اس سے نہ تو تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اور نہ وصال خداوندی میسر آتا ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ایک طرف اس کو رکھئے اور دوسری طرف نماز روزہ کے متعلق جس شد و مد سے باوا صاحب نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور عمل کیا ہے اس کو دیکھئے اور موازنہ کیجئے کہ باوا صاحب کا مذہب کیا ہے۔

باوا صاحب نہ صرف یہ کرتے ہیں کہ نماز اور روزہ کے متعلق پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور صرف اپنے عمل کو اس کے مطابق بناتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی تاکید کرتے اور ڈراتے ہیں۔ کہ وہ ان کو ترک کریں۔ چنانچہ گرنتھ صاحب

آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر لکھا ہے۔ اور گرنتھ صاحب آد وہ کتاب ہے کہ جس کے متعلق سکھ دوستوں کا عقیدہ ہے۔ کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی سے دور ہو جاتا ہے۔ بہر حال گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر جو شلوک اس بارے میں درج ہے۔ یہ ہے۔

فریدا بے نمازا کُتیا ایہ نہ بھلی ریت ۞ کدی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت

اُٹھ فریدا وضو ساہ صبح نماز گذار ۞ جو سر سائیں نویں سو سر کپ اُتار

جو سر سائیں نویں سو سر کیجے کائیں ۞ کُنی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

ایسا ہی جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۲۱ پر ہے۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں

تھوڑا بہت کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

مطلب بے نماز کُتے کی طرح ہے اس سے بڑھ کر بدتر اور کون ہے جو مسجد میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتا مسجد میں آکر جو سر خدا کے حضور نہیں گرتا وہ اس قابل ہے۔ کہ اُسے اُڑا دیا جائے اور ایندھن کی جگہ جلایا جائے۔

ایسا ہی اور بہت سے مقامات ہیں۔ جو اسی طرح نماز کی تاکید اور تارک نماز کے لئے وعید پیش کرتے ہیں۔ لیکن کیا سندھیا یا گائیتری وغیرہ کے متعلق بھی ایسا زور دیا۔ اور کیا اس کے تارکوں کے لئے بھی اسی قسم کی وعید بیان کی؟ یقیناً نہیں۔ بلکہ وہاں تو یہ کہا کہ یہ ہیں ہی فضول انکو چھوڑ دو۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔

قرآن شریف اور وید مقدس

مسلمان قرآن کو خدا کی کتاب سمجھتے ہیں۔ اور ہندو وید کو۔ باوا صاحب گرنتھ صاحب صفحہ ۸۲۶ پر فرماتے ہیں۔

پت دن پوجا ست دن سنجم جت دن کا ہے جنیؤ
ناوہو وہو وے تلک چڑھیوا ہو سبھ دن سچ نہ ہوئی
کل پروان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

مطلب یہ کہ پوجا پاٹھ۔ چھوت چھات۔ جنیؤ پہننا۔ اشنان کرنا اور تلک لگانا کوئی بھی تو چیز اس زمانہ میں کام نہیں آسکتی۔ مگر ایک ہی کتاب ہے جو اس کل یگ کے عہد میں کام آسکتی ہے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔ ہاں وہی قرآن مجید کہ جس کے سامنے نہ پوتھیاں کچھ حقیقت رکھتی ہیں۔ اور نہ پران۔ نہ پنڈت اس جیسی حقیقت بیان کر سکتے ہیں۔ اور نہ وددان اس جیسی معرفت بتا سکتے ہیں۔

پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۷۴ پر باوا صاحب فرماتے ہیں۔

توریت۔ زبور۔ انجیل۔ ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل یگ میں پردار

یعنے قرآن شریف کے بالمقابل توریت۔ زبور۔ انجیل اور وید کوئی بھی تو ایسی کتاب نہیں۔ جو انسان کو گناہوں پاپوں اور بدیوں سے بچا سکے۔

ایسا ہی جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر فرماتے ہیں۔

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کیں
تس وچہ پند نصیحتاں سن کر کرو یقین

یعنے قرآن شریف کے تیس حروف اور تیس ہی اسکے سپارے بنائے گئے ہیں۔ اور اگر کوئی نصیحت و موعظت کسی کتاب میں ہو سکتی ہے تو وہ اسی کتاب میں ہو سکتی ہے۔ اور یہی وہ کتاب ہے جس میں معرفت آلہی کے راز اور قرب خداوندی کے اسرار بیان کئے گئے ہیں۔ پس یہی کتاب ایمان لانے کے قابل ہے۔ اور اسی پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور اسی پر یقین کرنا چاہیئے:۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں خدا اور رسول اور قرآن کی قسمیں کھاتے ہیں۔ باوا صاحب اس طرح کی قسمیں کھانے والوں کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا میں فرماتے ہیں ؎

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

فرماتے ہیں۔ جو قرآن جیسی بزرگ کتاب کی جھوٹی قسمیں بار بار کھاتے ہیں۔ اور دنیا کی معمولی معمولی باتوں کے لئے اس کی حلف اُٹھاتے ہیں بلاشک و شبہ وہ دوزخی ہیں۔ اور دوزخ کی آگ کے اندر جلنے والے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ یہ نبی کا کہنا ہے۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ باوا صاحب تو قرآن جیسی کتاب کی جھوٹی قسم کھانے والوں کو بھی موجب خسران سمجھتے ہیں۔ پھر اس کا ماننا اور اسپر عمل کرنا آپ کیوں نہ اپنے لئے اور اپنے چیلوں کے لئے ضروری سمجھتے ہونگے۔ پس سکھ بھائیوں کو اسپر غور کرنا چاہیئے۔ کہ باوا صاحب کے دل میں اسلام اور اسلام کے اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی کس قدر عزت تھی۔ اور کس حد تک وہ ان کے ذریعے فلاح پانا بتاتے ہیں۔

پھر وار آسا محلا ۱ پہلا میں درج ہے۔

نانک میرو شریر کا ایک رتھ ایک رتھوائے

جگ جگ پھیر وٹایا گیانے بجھے تائے

سام کہے ستمبر سوامی سچ میں آچھے سچ رہے

سب کو سچ سماوے ۓ

رگ کہے رہیا بھرپور رام نام دیوا میں سور

نام لیا پراشچت جائے

نانک تیون موکھنتر پائے

جج میں جور چھلی چندراول کاہن کرشن جادم بھیا

پارجات گوپی لے آیا بندرابن میں رنگ کیا

کل میں بید اتھروان ہویا ناؤ خدائے اللہ بھیا

نیل بستر لے کپڑے پہرے ترک پٹھانی عمل کیا

مطلب باوا صاحب اسجگہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ عالم یعنی کائنات ایک رتھ پر سوار ہے۔ اور اس رتھ کے چلانیوالا ایک ہی ہے۔ ہاں وقتاً فوقتاً ضروریات زمانہ کے لحاظ سے رتھ بدلتے رہے ہیں۔ مگر اسکا چلانے والا یعنی "رتھوا" کبھی نہیں بدلا۔ شروع سے ایک ہی رہا ہے۔ ست یگ

کے زمانہ میں یہ رتھ جس پر سوار ہو کر اہل دنیا دینی اور دنیوی مصائب سے محفوظ رہے۔ سام وید تھا اور دنیا کے دوسرے دور یا عہد یعنی ترتیا یگ میں رگ وید تھا۔ اور دنیا کے تیسرے عہد یعنے دواپر میں "یجر وید" تھا۔ اور دنیا کے اس آخری زمانہ میں جسے ہندو لوگ "کل یگ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور مسلمان "فیج اعوج" کہتے ہیں۔ ایسے پُرآشوب زمانہ میں دنیا کی نجات کے لئے وہ وید ہے جس میں پرماتما کے نام کو "اللہ" کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ اور اس وید کے ماننے والے تُرک اور پٹھان ہو گئے۔ اب جائے غور ہے کہ وہ کونسا وید ہے جس میں پرماتما کا نام اللہ کہا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ "وید قرآن مجید ہی" ہے جس کی پہلی ہی سورت میں الحمد للہ رب العالمین یعنے سب تعریف "اللہ" ہی کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے۔ اور ترک اور پٹھان کس وید کو مانتے ہیں قرآن مجید ہی کو۔ تو باوا صاحب کا یہ فرمانا کہ کل یگ یا فیج اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن مجید ہی وہ وید ہے جس کو پڑھ کر اور جس کی ہدایات پر عمل کر کے انسان نجات اور مکتی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سکھ دوستوں کے لئے بہت ہی قابل توجہ ہے۔ کیونکہ یہ انکے گورو اعظم حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اور پھر یہ اُس بانی (اقوال) میں درج ہے جسے ہر ایک عقیدتمند سکھ روزانہ صبح کے وقت پڑھتا ہے۔ یعنے آسا دی وار میری درددل سے دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے سکھ دوستوں کو اس شلوک پر تدبر کرنے کی توفیق دے

پھر ایسا ہی شریعت پر عمل کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ
نیوں چل آگے سب دے منہ اکسے نہ آکھ

(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۲)

یعنے شریعت پر چلنا بدیوں سے بچنا ہے۔ پس اے مرد خدا تو متواضع اور فروتن بن۔ اور پیار اور محبت اور خلوص کے ساتھ ہر ایک سے پیش آ۔ اور شریعت کی پابندی کر۔ کہ شریعت کی پابندی ازبس ضروری ہے۔

میں اپنے دوستوں کو یہ بات نوٹ کرانا چاہتا ہوں۔ کہ شریعت اسلام ہی ہے۔ گویا باوا صاحب اس جگہ اسلام کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اس کے حکموں پر چل۔ کیونکہ ہندو عقائد سے تو باوا صاحب برملا کنارہ کشی کا اظہار فرما چکے ہیں۔ اور پھر ہندو عقائد پر شریعت کا لفظ بھی نہیں بولا جاتا۔ پس یہ وہی شریعت ہے جو اسلام لایا۔

حضرات! قرآن شریف کے متعلق میں نے مختصر طور پر باوا صاحب کے عقیدہ کو پیش کیا ہے۔ اب میں ویدوں کے متعلق بھی اسیطرح باوا صاحب کے خیالات کو پیش کرتا ہوں۔

ویدا اور باوا صاحب

قرآن شریف کے متعلق تو باوا صاحب فرما چکے ہیں۔ کہ یہ پند و نصیحت کا خزینہ ہے۔ اور اس کل یگ میں اگر کوئی کتاب پروان چڑھی ہے تو وہ قرآن شریف ہی ہے۔ کیونکہ معرفت الٰہی اور قرب ربانی اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اب سنیئے ویدوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ (سورٹھ محلہ پہلا)

شاستر وید بکے کھٹر وبھائی کرم کرو سنساری
پاکھنڈ میل نہ چوکئی بھائی انتر میل وکاری

مطلب یہ کہ اسوقت شاستر اور وید ہر گز اس قابل نہیں کہ انکے پڑھنے سے تزکیہ نفس اور قلبی صفائی حاصل ہو۔ اور خواہشات نفسانی کم ہوں تو جب اس سے نہ روحانیت نہ خشیت نہ طہارت پیدا ہو۔ تو پھر اس کے پڑھنے سے کیا فائدہ؟

پھر اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ باوا صاحب نے اس بارے میں اپنی صاف رائے کو بھی بیان فرما دیا۔ کہ اس میں سے کسی کو بھی کچھ نہ ملا۔ چنانچہ گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہر نام چت نہ آوئی نہ نج گھر ہوئے واس

یعنے اس زمانہ میں رشی اور منی کہلانیوالے بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے لیکن حیات جاودانی نہ پا سکے۔ وید سراسر معرا از معرفت ہیں۔ خدا اور خدا کے محامد جو خدا کے پاک بندوں پر آشکار ہوتے ہیں۔ ویدان سے نا آشنائے محض ہیں۔
پھر گرنتھ صاحب کے اسی ملار محلہ میں فرماتے ہیں۔

ترگن بانی وید ویچار ÷ بکھیا میل بکھیا وپار

ہندوؤں کے بزرگوں نے بھی ان ویدوں کو پڑھا۔ مگر پھر بھی گیان نہ پا سکے۔ پھر اسی موقعہ پر گرنتھ صاحب میں وید پڑھنے کے باوجود شانتی یعنی اطمینان قلب حاصل نہ ہونے کے متعلق فرماتے ہیں ؎

وید پڑھے ہر نام نہ بوجھے ÷ مایا کارن پڑھ پڑھ لوجے

کہ ویدوں کے پڑھنے سے شانتی تو کیا حاصل ہوتی ہے۔ اس سے تو اور بھی بے اطمینانیوں کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔
غرض اسی طرح بے شمار مقامات پر ویدوں کے متعلق باوا صاحب نے ایسی ہی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ اب ان کی اس رائے کو جو قرآن پاک کے

متعلق آپ نے ظاہر فرمائی۔ اور اس راسئکو جو آپ نے ویدوں کے متعلق ظاہر فرمائی۔ سامنے رکھ کر دیکھیں۔ اور پھر انکے عمل کو بھی مدنظر رکھ کر بتائیں۔ کہ کیا باوا صاحب مُسلمان نہیں؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہؤا ہو۔ وہ ہندوؤں کے مذہب سے تو بیزاری اور مسلمانوں کے مذہب سے اُنس ظاہر کرے۔ بلکہ اس کے مطابق اپنے عمل کو بھی اور اپنی صورت کو بھی بنائے اور صاف اعلان کردے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اور میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ مگر پھر بھی ہندو کا ہندو ہی رہے؟

رسُول اور دیوی دیوتا

اس کے بعد رسول اور دیوی دیوتا کے متعلق باوا صاحب کا فیصلہ ہے۔ وہ بھی بتاتا ہے۔ کہ باوا صاحب مُسلمان تھے۔ رسولوں میں سے سب سے بڑے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں۔ اور ہندو برہما۔ وشن اور مہیش ان تینوں کو عظیم الشان دیوتا مانتے ہیں۔ اب دیکھئے۔ باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صفحہ ۲۰۶ میں کیا فرماتے ہیں ؎

اوّل خود خدا سی قدرت نور کہائے ÷ برہما وشن مہیش تین پھر قدرتے بنائے

راجس سہا سک تامسی ایہ گن ات کیں ÷ تینوں مل غلیظ ہوئے تانتے بھی زمین

اوّل آدم مہیش ہوئے دوجا برہما ہوئے ÷ تیجا آدم مہا دیو محمدؐ کہے سب کوئے

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہندو لوگ سب سے بڑے دیوتا برہما۔ وشن اور مہیش کو مانتے ہیں۔ ان میں جو جو خوبیاں تھیں۔ اور جو جو صفات اور گُن ان میں پائے جاتے ہیں۔ وہ بھی اور تمام دوسرے مہا پرشوں۔ مہاتماؤں۔ مہا گیانیوں۔ مہا دیوں اور مہا گروؤں کے تمام صفات بھی اس ایک وجود میں یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے جاتے تھے۔ گویا وہ خدا کے بعد اس دھرتی پر

جامع جمیع صفات کاملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور یہی جامع یعنی دیوتا ؤ نکے سردار ہیں
ہندوتو ان ہر سہ بھائیوں کو خدا جانے کیا سے کیا سمجھ رہے ہیں انہوں نے
تو انکو خدائی صفات دے رکھی ہیں۔ مگر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ خدا سے
بے نیاز نہ تھے۔ بلکہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح اس کے محتاج تھے چنانچہ
آپ فرماتے ہیں ؎

برہما بشن مہیش دوارے ؛ اور بھی سیویں لکھ اپارے

کہ یہ بھی مثل دوسرے انسانوں کے خدا ہی کے محتاج ہیں۔ اسی کے دیئے ہوئے
رزق سے پلتے ہیں۔ اسی کے دیئے ہوئے پانی۔ اسی کی بخشی ہوئی روشنی۔ اسی کی
عطا کی ہوئی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔

حج کعبہ اور حضرت باوا صاحب حج
پھر جب باوا صاحب حج کے لیے جارہے تھے۔ تو انہوں نے جو دعا خدا تعالیٰ کے
حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ کی۔ وہ بھی اس بات کو بتا رہی ہے
کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اوّل تو حج کو جانا ہی اسبات کی دلیل ہے۔ کہ آپ
مسلمان تھے لیکن اس دعا نے تو اور بھی واضح طور پر بتا دیا۔ کہ آپ یقیناً مسلمان
تھے۔ اور کسی دیوی دیوتا کے پوجاری نہیں تھے۔ بلکہ رسول عربی صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۰ پر لکھا ہے کہ باوا صاحب نے
راستہ میں گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ کہ

"ہے بھگوان تو نے پیغمبراں دا پیغمبر محمد مصطفےٰ نوں سنسار دی مکتی کے
لئے بھیجیا۔ مگر لوگ غفلت دی نیند سوئے ہوئے ہیں"۔

اس دعا میں کسی دیوی دیوتا کا نام نہیں لیا گیا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم کا نام لیا گیا ہے۔ جن کو باوا صاحب دنیا کے ہادی اور پیغمبروں کے سردار مانتے ہیں۔

اختصار برادران! وقت تھوڑا ہے۔ اسلئے میں اس موازنہ کو اتنا
مضمون میں

ہی پیش کر کے دیگر امور کو لیتا ہوں۔ چونکہ وقت کم رہ گیا ہے۔ اسلئے مجبوراً مجھے
ان کو بھی مختصر کرنا پڑے گا۔

حج اور تیر تھ یاترا

یہ ظاہر ہے۔ کہ مسلمان اگر حج کو جاتے ہیں۔ تو ہندو تیرتھ یاترا کرتے ہیں۔ اب ہمنے دیکھنا ہے۔ کہ ان ہر دو میں سے
باوا صاحب نے کس کو پسند کیا ہے۔ ایک خدا ترس شخص کے لئے تو یہی کافی
ہے۔ کہ باوا صاحب کو الہام میں حکم دیا جاتا ہے۔

صـ۱۳۶

"اے نانک! حضرت مکہ مدینہ کا حج کر" (جنم ساکھی بھائی بالا)

اور وہ اس پر یقین کر یگا کہ یقیناً باوا صاحب مسلمان تھے۔ ممکن ہے کوئی ان
صاف لفظوں کے ہوتے ہوئے کہدے۔ کہ مکہ مدینہ کے حج سے ہردوار یا کانشی
یا کسی اور تیر تھ کی یاترا مراد ہے۔ سو اگرچہ یہ اس کی غلطی ہوگی۔ مگر میرے دوستو!
میں بتاتا ہوں۔ کہ اس "حضرت مکہ مدینہ" سے مراد وہی مکہ مدینہ ہے جو عرب میں
واقع ہے۔ اور جہاں تمام روئے زمین کے مسلمان جاتے ہیں۔ نہ کہ کوئی اور
تیرتھ۔ کیونکہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۸۵ پر باوا صاحب کا ایک اور الہام درج ہے۔
جس میں صاف طور پر ہندوؤں کے تیرتھوں کو منسوخ کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔
چنانچہ لکھا ہے کہ پھر باواجی کو الہام ہوا کہ

"وڈیائی تساں نوں شیخ دی ملی ہے۔ دیول دیوتے اور پراچین
تیرتھ جو ہندوؤں دے ہن انہاں نوں منسوخ کرو۔ اور
کوزہ اور بانگ اور مصلے دی مہما جہان وچ ورتاؤ"

مطلب بالکل صاف ہے کہ باواجی کو الہام ہوتا ہے۔ آپ کو شیخ کا رتبہ دیا گیا ہے
ہندوؤں کے دیول دیوتے اور قدیمی تیرتھ جو شرک کی جڑھ ہیں انکا رد کرو۔ اور

کو تو ہ اور اذان اور مصلے کے فوائد لوگوں کو سمجھاؤ۔

"حضرت مکہ مدینہ" کا حج اور ہندوؤں کے دیول دیوتاؤں اور پراچین تیرتھوں کی تردید کا حکم بذریعہ الہام ملنا اور باوا صاحب کا اس پر عملدرآمد کرنا آپ کے مسلمان ہونے پر شاہد ناطق ہے۔ پھر ان آسمانی حکموں کی تعمیل میں باوا صاحب حج کو گئے بے شک باوا صاحب بعض تیرتھوں میں بھی گئے۔ مگر وہاں جا کر کیا کیا؟ یہی کہ ان کی تردید اور ان میں رہنے والے لوگوں کو تلقین ہدایت کی۔ نہ یہ کہ وہاں جا کر ان لوگوں جیسے ہی عمل کئے چنانچہ گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۳ میں آپ فرماتے ہیں ؎

تیرتھ نہائے نہ اوترس میل ۞ کرم دھرم سب ہومے پھیل

یعنے تیرتھوں کے نہانے سے دل پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی دل دنیوی طونیوں سے الگ ہوتا ہے۔ بلکہ تیرتھوں کی یاترا سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ پھر ایسا ہی گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۳ میں فرماتے ہیں ؎

ایہہ من میلا اک نہ دھیائے ۞ انتر میل لاگی بہو دوجے بھائے

تٹ تیرتھ دسنتر بھوئے اہنکاری ۞ ہور ودھیری ہومے میل لاونیاں

یعنے آلائش گناہ سے ملوث ہونا اور اس سبب سے خدا کا انکار کرنا موجب خسران ہے۔ تم خیال کرتے ہو کہ تیرتھوں کی یاترا سے تمہارے دل پاک ہو رہے ہیں تمہارے دل پاک نہیں ہو رہے بلکہ تکبر اور غرور سے بھرے جا رہے ہیں۔ اور خدا کو تکبر اور غرور پسند نہیں۔ بلکہ عجز و انکسار پسند ہے۔

اسیطرح آپ فرماتے ہیں۔ (دھناسری محلہ پہلا)

تیرتھ نہاون جاؤ تیرتھ نام ہے ۞ تیرتھ شبد بیچار انتر گیان ہے

تم تیرتھوں کی یاترا کے لئے اسقدر مصائب برداشت کرتے ہو۔ لیکن یہ اصلی تیرتھ نہیں۔ اصلی تیرتھ تو خدا تعالیٰ کی بندگی ہے۔ اسی کی عبادت میں سب تیرتھ ہیں۔ سوچنا چاہیئے۔ کہ اسی کی محبت اور اسی کے گیان اور اسی کی معرفت کے تیرتھ میں اشنان کرو۔ تا تمہیں حقیقی اطمینان قلب حاصل ہو۔ اور تم رضا الٰہی پا سکو۔

حج کے متعلق جسقدر شد ومد کے ساتھ باوا صاحب نے عقیدت ظاہر کی ہے اور جس طرح آپ نے اپنے سفر حج کو اختیار کیا۔ وہ بہت سے حضرات پر عیاں ہے۔ اور کچھ مینے بیان بھی کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اسقدر کافی ہوگا۔

خدا اور اوتار

حضرات اب میں آپکو باوا صاحب کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اوتاروں کے قائل تھے۔ یا خدا کے۔ مجھے یہ بات بتانے کی شاید ضرورت نہیں ہوگی۔ کہ اوتار کیا چیز ہے۔ اور ہندوؤں کا اسکے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ میرے دوست ایک نبی یا ایک پیغمبر یا ایک رسول کے آنے اور اس کے کاموں سے خوب واقف ہیں۔ اور اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ایک نبی یا ایک رسول یا ایک پیغمبر کن حالات میں آتا ہے۔ اور آکر کیا کام کرتا ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ سب یہ جانتے ہیں۔ کہ جب روحانیت دنیا سے دور ہو جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس روحانیت کو پھر پیدا کرنے کے لئے کسی شخص کو مامور کرکے دنیا میں بھیج دیتا ہے۔ اور اس مامور کا نام نبی یا رسول یا پیغمبر ہوتا ہے۔ ہندوؤں نے ان لوگوں کو جنہیں مسلمان نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے ہیں۔ اوتار کے نام سے نامزد کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ انہوں نے ایک ایسی صورت پیش کردی ہے جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ مسلمان تو ایسے شخصوں کو خدا کا مامور مانتے ہیں۔ لیکن ہندو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ خود خدا ہوتے ہیں۔ جو بندوں کی طرح کسی کے گھر میں جنم لیتے ہیں۔ اور چند روز دنیا میں رہ کر اور لوگوں کو ہدایت دیکر پھر بندوں کی طرح فوت ہو جاتے ہیں۔ اب مامور کے متعلق ہندو اور مسلم عقیدہ میں یہ ایک بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا۔ کہ باوا صاحب جب دنیا میں

تشریف لائے تو آپ نے ہندوؤں کے مسئلہ اوتار کی تردید کرنی شروع کی۔ اور اس بات کو بڑے زور سے پیش کیا۔ کہ خدا پیدا ہونے۔ جونوں میں آنے اور مرنے وغیرہ سے پاک ہے۔ چنانچہ جپ جی صاحب میں آپکا ایک مشہور قول بھی اس مطلب کا ہے

"اجونی سے بھنگ"

چونکہ خدا حادث نہیں۔ اور پیدا نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ مرتا بھی نہیں۔ ایسا گرنتھ صاحب آدرام کلی محلہ ۵ میں فرماتے ہیں ؎

اوتار نہ جانے انت ؛ پرمیشر پار برہم بے انت

یعنے یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔ جو اوتاروں یعنی رشیوں کو عین پرمیشور سمجھتے ہیں۔ پرمیشور تو انسانی قالب اختیار کرنے سے پاک ہے۔ اوتار کے معنے یہ نہیں۔ کہ وہ خود خدا ہے۔ جو دنیا میں کسی کے گھر پیدا ہو کر آگیا۔ بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ کوئی ایسا شخص دنیا میں آگیا۔ جو دوسرے لوگوں کے بالمقابل معرفت سے زیادہ آگاہ ہے۔ اور خدا کی طرف سے مامور ہے۔ کہ وہ لوگوں کو خدا کی معرفت حاصل کرائے۔

پھر ایسا ہی گرنتھ صاحب بھیرون محلہ ۵ میں فرماتے ہیں ؎

سو مکھ جلو جیت کہ ٹھاکر جونی

وہ شخص دوزخی ہے۔ جو کہتا ہے کہ خدا جونوں میں آکر انسانی قالب اختیار کرتا ہے غرض اسی طرح باوا صاحب نے کئی مقامات پر بڑے زور کے ساتھ ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔ اور نقائص بتلائے ہیں۔ جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے تھے لیکن خدا کے متعلق بتلاتے ہیں۔ کہ وہ ایسی ذوالجلال ہستی ہے۔ کہ باوجودیکہ لوگوں نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سنیاس اور بیراگ اختیار کیا۔ مگر پھر بھی اس کے انت (اسرار) کو نہ پا سکے۔ اور اس کی حقیقت سمجھنے سے عاجز رہے۔ چنانچہ گرنتھ صاحب آسا محلہ ۲ میں فرماتے ہیں ؎

جگہ جگہ کے راجے کئے گاوے کراوتاری
تن بھی انت نہ پایا تا کا کیا کر آکھ ویچاری

مطلب یہ کہ بڑے بڑے راجوں اور مہاراجوں نے راج پاٹ چھوڑ کر سنیاس اور بیراگ اختیار کیا۔ اور تارک الدنیا بن گئے۔ مگر پھر بھی اس قادر مطلق کے انت کو نہ پا سکے۔ اور اس کی کنہ تک نہ پہنچ سکے۔

پھر ہزارے کے شبدوں میں لکھا ہے ؎

بن کرتار نہ کرتم مانو۔ آدا جون اجے اتبا شی تہہ پرمیشر جانو ۵۔۵
تات مات نہ جات جان کر پتر پوتر کرزند۔ کون کاج کہائیگے تو آن گوبند
سو کم مانس روپ کھائے سدھ سادھ کر ہارے کیہوں نہ دیکھن پائے

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ خالق ایک ہی ہے۔ جو ظہور عالم سے بھی پیشتر تھا۔ باوا صاحب ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ اسی ایک خالق کے نام کا ورد کرو۔ اور اسی خدا کے نام کا وظیفہ پڑھو۔ جو ظہور عالم سے پہلے بھی حق تھا۔ اور پھر ظہور عالم کے وقت بھی حق تھا۔ جس طرح وہ زمانہ ماضی میں حق تھا۔ ویسا ہی زمانہ حال میں ہے۔ اور ویسا ہی زمانہ آیندہ میں بھی حق ہوگا۔ اور وہ پیدا ہونے اور جونوں میں آنے سے پاک ہے یہ مفہوم بالکل سورہ اخلاص کے مفہوم کے مطابق ہے۔ اور سر مو فرق نہیں رکھتا۔ پھر آگے چلکر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ برہما۔ رامچند۔ کرشن۔ یہ سب آدمؑ کی اولاد تھے۔ اور ہندوؤں کے بعض فرقے۔ مثلاً فرقہ "سدھ" سادی لگا کر ہار گئے۔ مگر وہ خدا کا انت (اسرار) نہ پا سکے۔

ایسا ہی باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے کوئی دوسرا اور دروازہ سوائے تیرے دروازے کے نہیں۔ کہ جہاں ہم جائیں۔ آپ ہی جس قدر ہیں

دیتے ہیں۔ ہم کھاتے ہیں۔ اور نانک ایک ہی عرض کرتا ہے کہ روح اور جسم یہ سب آپ ہی کے ہیں۔ آپ اگر یہ ہمیں نہ دیتے تو ہم کہیں سے یہ نہیں لے سکتے تھے۔ وہ شبد یہ ہے ؎

جیسا دیہیں تیسا ہو کھاؤ ٭ بیاد رتہیں نکے در جاؤ
نانک ایک کہے ارداس ٭ جیو پنڈ سب تیرے پاس

پھر خدا کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ وہ پیدا شدہ نہیں۔ اور یہ بھی نہیں کہ وہ کبھی کبھی انسانی جون لیکر کسی انسان کے گھر پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں ؎ (جپ جی صاحب)

"ایک اونکار ست نام کرتا پرکھ نربھو نرویر اکال مورت اجونی سے بھنگ گور پرشاد جپ آد سچ جگاد ہے بھی سچ نانک ہوسی بھی سچ"

مطلب یہ کہ ایشور وحدہٗ لا شریک ہے۔ کوئی اس کا ثانی نہیں۔ کل کائنات کا پیدا کرنیوالا۔ اور پھر عالم کو نابود کرنیوالا وہی ایک ہے۔ وہ ازلی ابدی ہے۔ عدم اور نیست سے بری ہے۔ خالق کل ہے۔ بیم و خوف سے بری ہے چونکہ وہ لا شریک ہے۔ اس لئے اس کو کسی سے عداوت نہیں۔ کیونکہ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ موت سے بھی پاک ہے۔ اور تمام صفات کاملہ کا منبع بھی وہی ہے۔ پھر اس کے قبضہ و اختیار اور قدرت اور اقتدار کے متعلق باوا صاحب فرماتے ہیں ؎

بہے وچ پون دے سدواؤ ٭ بہے وچ چلے لکھ دریاؤ ۔۔
بہے وچ اگن کڈھے دے گاہ ٭ بہے وچ دہرتی دے بیاہ ۔۔
بہے وچ سورج بہے وچ چند ٭ کوہ کروڑی چلت نہ انت

یعنے یہ خدا ہی ہے۔ جس کے حکم کے ماتحت مختلف ہوائیں چل رہی ہیں۔ جس کے حکم کے ماتحت لکھوکھا دریا چل رہے ہیں۔ جس کے حکم کے ماتحت آگنی جلتی ہے جس کے حکم کے ماتحت زمین سے طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ جس کے حکم کے ماتحت سورج چاند اور تمام اجرام فلکی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جس کے حکم کے ماتحت وہ تمام کروڑوں بیل محور پر گشت کرتے ہیں۔ پھر راگ آسا محلہ پہلا شلوک ۲ میں صاف فرما دیا۔ کہ اوتار خدا نہیں ہو سکتے ۔

کیا او پما تیری آکھی جائے ؛ توں سرب میں رہیا لولائے

پون اپائے دہری سب دہرتی جل اگنی کا بند کیا ؛

اندھے دہسر مونڈ کٹیا راوں مار کیا وڈ بھیا ؛

جیوا پائی جگت ہتھ کینی کالی نتھ کیا وڈ بھیا ؛

کستوں پر کھ جو رو کون کہیئے سرب نرنتر رور رہیا ؛

ہے پرمیشور! تو دھن ہے۔ تو نے اپنی رحمانیت سے ہوا اور پانی اور آگ پیدا کر کے اس دنیا کو قائم کیا۔ اگرچہ رامچند نے دس سر جیسے کمینہ خواہشات رکھنے والے کو مار ڈالا۔ لیکن اس میں کوئی بہادری نہیں۔ اور اس سے وہ خدا نہیں بن گیا۔ اے رب العالمین ہم اس قدر کمزور ہیں۔ کہ تیری حمد و ثنا نہیں کر سکتے۔ جل و تھل اور بحر و بر میں تیرا ہی جلوہ ہے۔ اور خلقت تیرے ہی نور سے منور ہے۔ ہے خالق ہم تیری کیا تعریف کریں۔ تو نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ پرمیشور ہم تجھے نہ پرکھ (مرد) کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ ناری (عورت) کیونکہ تو تو جنم مرن سے الگ ہے جونوں سے نیارا ہے۔

غرض اس طرح باوا صاحب نے ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔

جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تائید کی۔ جو خدا اور اس کے ماموروں کے متعلق ان کا ہے۔ اور نہ صرف تائید ہی کی بلکہ اس کو تسلیم بھی کیا۔ اور اسی طرح اپنے عقیدہ کو خدا اور اوتاروں کے متعلق بنایا۔ جسطرح کہ مسلمانوں کا ہے۔ اور جس طرح کا عقیدہ رکھنے کی مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے۔

اسلام اور ہندوازم پر باوا نانک کا بہ حیثیت مجموعی تبصرہ

پیارے بھائیو! اسقدر بتا دینے اور یہ بات آپ کے علم میں لا دینے کے بعد کہ گو باوا صاحب ہندوؤں کے گھر پیدا ہوئے۔ مگر وہ بچپن سے ہی ان سب باتوں سے نفرت رکھتے تھے۔ جو ہندوؤں میں بطور رسم و رواج اور مذہب کے جاری تھیں۔ چنانچہ یہ بات آپ لوگوں کو معلوم ہو گئی ہے۔ کہ باوا صاحب نے عین بچپن کے زمانہ میں رسم زنار بندی کی مخالفت کی۔ اور اسیطرح اور بعض رسوم سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ محض ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہونے سے کوئی شخص ہندو نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے اعمال اور کردار سے یہ ثابت نہ کر دے کہ وہ ہندو ہے۔ اس کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ باوا صاحب ہندو تھے۔ یہاں تک کہ سکھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ آپ ہندو تھے۔ باوا صاحب کے اعمال اور کردار عین مسلمانوں والے تھے۔ ان کے عقائد ان کی شکل و صورت بلکہ بعض حالات میں کیا اکثر حالات میں ان کا لباس اور انکی خوراک سب مسلمانوں والی تھی۔ چنانچہ آپ نے عین اسوقت جبکہ آپ رائے بلار کی کوششوں سے اپنی ہمشیرہ نانکی جی اور بھائی جیرام کے پاس سلطان پور (کپورتھلہ) میں پہنچے۔ اور آپ جیسے اللہ کے مودی نواب دولت خان کے مودی خانہ میں بطور مودی مقرر ہوئے۔ تو آپ نے پھر بھی اللہ کی یاد کو نہ چھوڑا۔ بلکہ مودی گری جیسے نازک کام کے ذریعے بھی خدا ہی کی رضاء کو پایا۔ اور بالآخر سب کچھ چھوڑ کر "تیرہ تیرہ" کہتے ہوئے خدا کے لئے ہو گئے۔

جوں جوں آپ میں خدا کی لگن بڑھتی گئی۔ توں توں آپ پر کھلتا گیا۔ کہ یہ لگن اگر پوری ہو سکتی ہے۔ اور اس کے پورا ہونے کے سامان اگر کہیں ہیں۔ تو اسلام میں ہی ہیں ہندو دھرم میں انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ اس لئے انہوں نے ہر موقعہ پر اس مذہب کا پھیلان کیا۔ اور اسلام میں انہیں سب کچھ دکھائی دیا۔ اس لئے آپ نے اسکی تلقین شروع کر دی۔ اور خود بھی اس کے احکام کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے مسجدوں میں جانا۔ نمازیں پڑھنا۔ اذانیں دینا۔ روزے رکھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ حج کرنا۔ اسلامی صوفیاء کے طریق پر مشائخ اور بزرگوں کی قبروں پر مراحل روحانی طے کرنے کے لئے چلے کاٹنا۔ اسلامی مقامات کا سفر کرنا۔ اسلامی طرز کا لباس زیب تن کرنا۔ اسلامی طرز کی خوراک کھانا۔ دوستوں اور پاس بیٹھنے والوں کو اسلام اور اسلام کے خدا اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی باتیں سنانا شروع کر دیں۔ غرض یا ہتے آپ کو من کل الوجوہ مسلمان بنا لیا۔ چنانچہ یہاں تک عظمت اسلامی آپ کے دل میں جاگزیں ہوئی۔ کہ آپ نے نواب صاحب کو بھی جو کہ مسلمان تھے۔ اسلامی عظمت سے لبریز شبد سنانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ آپ نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ؎

(وار ماجھ محلہ پہلا شلوک ۸)

مسلمان کہاون مشکل جاں ہوئے تاں مسلمان کہاوے

اوّل اوّل دین کر مٹھا مشکل مانا مال مساوے

ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکاوے

ربّ کی رضا منّے سر اوپر کرتا منّے آپ گواوے

تیوں نانک سرب جیاں مہرت ہوئے تاں مسلمان کہاوے

یعنے مسلمان ہونیکا دعویٰ کرنا آسان ہے۔ مگر یہ مشکل ہے۔ کہ سچے مسلمانوں جیسے کام کئے جائیں۔ پہلے اپنے ایمان کو پختہ کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی جو اپنے ایمان کو پختہ کرکے اور خلوص دل سے مسلمان ہوگا۔ وہی دنیا کے رنج و محن سے نجات پائیگا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ خدا کی رضا کو مقدم سمجھے۔ خودی کو دور کرے۔ اور مخلوق اللہ پر رحم کرے۔ تب مسلمان ہونیکا دعویٰ کرے :۔

ایسا ہی وار ماجھ محلہ پہلا شلوک ۷ میں فرماتے ہیں ؎

مہر مسیت صدق مصلےٰ حق حلال قرآن
شرم سنت سیل روزہ ہوئے مسلمان
کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواز
تسبیح شانت سبھاوسی نانک رکھے لاج

مسجد میں جانے سے انسان کے اندر تضرع پیدا ہوتی ہے۔ اور مصلے پر قدم رکھنے سے صدق اور قرآن شریف کی تلاوت سے حق حلال میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے دل میں شرم اور حیا پیدا ہوتی ہے۔ اور روزے رکھنے سے شانتی۔ اطمینان قلب اور صبر حاصل ہوتا ہے۔ اور نیک کام کعبہ کے حکم میں ہیں۔ جس کی طرف منہ کرنا چاہیئے یہ نواب دولت خان ہی کی کوئی خصوصیت نہیں تھی۔ کہ آپ نے اسکے سامنے اس قسم کی باتیں بیان فرمائیں۔ بلکہ آپ ہر موقعہ پر اور ہر مقام پر اس قسم کے نکات معرفت بیان فرماتے۔ جو سراسر اسلامی قدوسیت اور اسلامی عظمت سے لبریز ہوتے۔ اور پھر یہ ہندوستان ہی نہ تھا۔ کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اس قسم کی پند و موعظت فرماتے۔ بلکہ ہندوستان سے باہر بلاد اسلامیہ میں بھی آپ

کا ہی طریق تھا۔ اور آپ وہاں بھی اسی طرح اسلام اور توحید الٰہی بیان فرماتے
ہیں۔ مگر ہندو مذہب کی جہاں بھی گئے۔ تردید ہی کی۔ اور بطلان ہی کیا۔ اور کبھی
اس کے متعلق یہ نہ فرمایا۔ کہ اس کے حکموں کو مانو۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ آپ اسے
ایک مُردہ مذہب سمجھتے تھے۔ اور اسے اس قابل نہیں جانتے تھے۔ کہ وہ لوگوں کی
نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ غرض باوا صاحب نے جب تعلیم دی اسلامی عقائد
ہی کی تعلیم دی۔ اخلاق اگر پیش کئے۔ تو اسلامی۔ توحید اگر پیش کی۔ تو اسلامی۔ خدا
اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ رسول اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ کتاب اگر پیش کی۔ تو
اسلامی۔ کلمہ اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ حج اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ اذان اگر پیش کی
تو اسلامی۔ نماز اگر پیش کی۔ تو اسلامی۔ بہشت اور دوزخ اگر پیش کیا۔ تو اسلامی
غرض ہر بات جو پیش کی وہ اسلامی پیش کی۔ چلّے بھی اگر کاٹے۔ تو اسلام ہی کے
ایک فرقہ کے طریق پر کاٹے۔ سفر بھی اگر گئے۔ تو وہ بھی اسلامی روح کے
ماتحت کئے۔ مشائخ اور فقراء اور صوفیاء سے اگر ملاقاتیں کیں تو وہ بھی اسلامی
اغراض اور اسلامی استفادہ کے لئے کیں۔ القصہ باوا صاحب کی ہر بات اسلام
میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور الہام کے ذریعے بھی خدا نے انہیں اسلام کی ہی تلقین
کی۔ اور خود انہیں بتایا۔ پڑھایا اور سکھایا۔ کہ صرف اور صرف اسلام ہی ایک
زندہ مذہب ہے۔ اسی کے پیروکار راہ راست پر ہیں۔ چنانچہ باوا صاحب نے متعدد
جگہ اس کا اظہار فرمایا۔ کہ مسلمان گیانی ہے۔ چنانچہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۳
پر فرماتے ہیں ؎

عمل ہندو واں دا ہٹ گیا ودّھ گئے مسلمان

یعنے مسلمان اعمال میں بڑھ گئے۔ غرض اور بھی ایسی باتیں باوا صاحب نے
اسلام کی تائید اور ہندومت کی تردید میں فرمائیں۔ جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے
کہ باوا صاحب مسلمانی عقیدہ رکھتے تھے۔ نہ کہ ہندوانی۔ کیونکہ ہندوؤں کے
متعلق تو باوا صاحب نے جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۱۰ پر صاف کہا ہے۔ کہ ہندو

بُت پرست ہیں۔ اور اس سبب سے وہ کافر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پرستش کرے آفتاب دی دلی جانے ایہہ خدائے
ایہہ بھی اپنے مذہب وچ ہوئے رہے گمراہے
ہندو ہوئے بُت پرست جانت بُت خدائے
تس کر کافر اکھیں ہوئے رہے گمراہے

باوا صاحب ہندوؤں کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ بُت پرست ہو گئے اور بُتوں کو خدا سمجھنے لگ گئے۔ اس سبب سے وہ کافر ہو گئے۔ اب کونسا وہ عقلمند ہے۔ جو باوا صاحب جیسے بھگت کے متعلق یہ خیال کر سکے۔ کہ وہ باوجود ہندوؤں کو کافر جاننے کے پھر بھی ہندو ہی تھے۔ غرض وہ مسلمانوں کی طرح السلام علیکم اور وعلیکم السلام کہتے۔ قیامت پر اسلامی نقطہ نگاہ سے ایمان رکھتے۔ اور اور باتوں کے لحاظ سے بھی وہ اسلام ہی کی تعریف کرتے۔ اور اسلام ہی کو قابل قبول اور لائق عمل بتاتے۔ پس ایک سچے اور موحد مسلمان کی طرح آپ کی ہر حرکت اور ہر سکون سے اسلامی شان ظاہر تھی۔

حضرات! میں نے ایک محققانہ رنگ میں دکھا دیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے کل مسلمہ مذہبی عقائد سے بیزار تھے۔ اور مسلمانوں کے کل مسلمہ مذہبی عقائد کے معترف۔ اسلام کے موٹے موٹے اصول یہی تو ہیں۔ توحید۔ کلمہ طیبہ۔ روزہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان۔ حج کعبہ۔ قیامت۔ ملائکۃ اللہ اور قرآن مجید پر ایمان لانا۔ سو باوا صاحب ان سب پر ایمان رکھتے تھے پھر یہی نہیں بلکہ آپ خالص توحید کے ہی مقر تھے۔ چنانچہ آپکے اقوال اونکار۔ ست نام۔ کرتا پورکھ۔ نربھو۔ نرویر۔ اکال مورت۔ اجونی سے بھنگ وغیرہ وغیرہ اسپر دال ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ حق ہے۔ خالق ہے۔ اس کو کسی کا خوف نہیں۔ اس کو کسی سے دشمنی نہیں۔ اس پر فنا نہیں آتی۔ وہ پیدا نہیں ہوتا۔

غرض باوا صاحب کا تبصرہ جو آپ نے اپنی زندگی میں ہندو مسلم مذہب پر کیا۔ اور باوا صاحب کا عمل جو آپ نے اسلام کے مطابق کیا۔ بتاتا ہے۔ کہ آپ خاص مسلمان تھے۔ اور آپ کا یہ تبصرہ اسلام کی تائید میں تھا۔ اور ہندو مت کی تردید میں:-

باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق سکھوں کی گواہی

حضرات! یہاں تک تو میں نے باوا صاحب کے اقوال۔ اعمال اور شبدوں اور شلوکوں کی بناء پر ثابت کیا ہے۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ اب میں آپ کے مسلمان ہونے کے متعلق خود سکھ حضرات کی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔ جو بلا خوف تردید اس بات کو پیش کر رہی ہیں۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں واراں بھائی گورداس جی اور جنم ساکھی کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اور جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۷ پر ہے ؎

پھر نیلا جبہ پہن کے بیٹھا کے آن
اِکو اِک خدا ہے آکھے موہوں کلام
نیلا بانا پہن کر دھریا مصلے سیس،
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی حدیث

پھر واراں بھائی گورداس جی صفحہ ۱۱ و ۱۲ پر ہے ؎

بابا پھر کے گیا نیل بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلے دھاری

یعنے حضرت باوا صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے نیلے کپڑے پہن کر بغل میں قرآن مجید لٹکا کر وضو کے لئے کوزہ پاس اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہوئے

مطلب یہ کہ ان سب باتوں کو کرتے ہوئے باوا صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو پورا کیا۔

حضرات! میں اس جگہ یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ واراں بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک نہایت ہی معتبر کتاب ہے۔ اور اس کی سکھوں کے ہاں اس قدر عظمت اور قدر ہے۔ کہ سکھ اسے شری گرنتھ صاحب کی چابی کہتے ہیں۔ اب ایسی ثقہ کتاب اس بات پر مُہر کر رہی ہے۔ کہ مُصلے عصا اور کوزہ وغیرہ پاس رکھکر باوا صاحب نے حدیث نبوی کو پورا کیا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ کسی حدیث نبوی کو بجز مسلمان کے کوئی پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

تاریخ گورو خالصہ کی باوا صاحب کے اسلام پر شہادت

میں پہلے بتا چکا ہوں۔ کہ تاریخ گورو خالصہ مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی سکھوں کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۵۵ پر گورو صاحب کا یہ شلوک درج کیا گیا ہے ؎

جمع کرنام دی پنج نماز گزار

باجھوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

اسکا سوائے اسکے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ باوا صاحب کے متعلق یہ دکھایا جائے۔ کہ آپ اسلامی احکام مانتے تھے۔ اس شلوک میں باوا صاحب نے جس حقیقت کو پیش کیا ہے وہ زور کے ساتھ بول رہی ہے۔ کہ وہ اسلامی حقیقت ہے۔ فرماتے ہیں۔ عاقبت کے لئے خدا کے نام کا توشہ جمع کرو۔ مگر وہ توشہ بغیر پانچ وقت کی نماز کی ادائگی کے ہرگز

ہرگز جمع نہیں ہوسکتا۔ پس اسکے جمع کرنے کے لئے پانچ وقت کی نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں۔ کیا ایسا شخص جو توشہ اُخری کا جمع ہونا نماز پنجگانہ کے ذریعہ جانتا ہو خود اس توشہ کو جمع نہ کرتا ہوگا؟ یقیناً وہ اس کے جمع کرنے کے لئے تن من دھن سے کوشش کرتا ہوگا۔ پس ایسے شخص کے متعلق یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ مسلمان نہیں۔ ہندو تھا۔ باوا صاحب کا سارا کلام چھان مارو۔ کہیں آپکو نہیں ملیگا۔ کہ آپنے سندھیا یا گائتری کا پاٹھ کیا ہو یا اس کے متعلق ہندوؤں ہی کو کہا ہو کہ تم اسے کرو۔ بلکہ وہ تو جابجا اس کا بطلان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور نہ صرف اس سے بلکہ تمام دیگر عقائد سے بھی ہندوؤں کو روکتے ہیں۔

دوستو سوچو! عازم حج کون ہوتے ہیں۔ نیلے کپڑے کن کے ہاں پہنے جاتے ہیں۔ عصا۔ قرآن۔ کوزہ اور مصلےٰ کا اجتماع کون لوگ کرتے ہیں۔ اور کس غرض سے کرتے ہیں۔ پھر اس شان خصوصی کے ساتھ جو شخص اس مسجد میں جا بیٹھے جہاں حاجی لوگ حج کے لئے جمع ہوں۔ کیا اس کے متعلق یہ کہیں گے۔ کہ وہ ہندو ہے؟ ذرا سوچو اور غور کرو۔ اگر وہ ہندو ہوتا تو قشقہ لگائے مرگ چھالا لیئے۔ گدڑی۔ ڈوری سنبھالے۔ انگ بھبھوت ملے۔ مالا و کنٹھے پہنے کسی بن میں جا بیٹھتا۔ یا کسی تیرتھ پہ جا بسرا لگاتا۔ حاجیوں کی مسجد میں اسلامی شان خصوصی کے ساتھ جا کر بیٹھنے کی کیا وجہ؟

باوا صاحب نے اذان دی

پھر بھی ہیں۔ اسی واران بھائی گورداس جی کے صفحہ پر درج ہے ۵

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں

اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مردانا

دتی بانگ نماز کر سن سمان ہویا جہاناں

سورت نہیں۔ ہردوار نہیں۔ بنارس نہیں۔ جگن ناتھ۔ بندرابن نہیں سومنات نہیں۔ بلکہ باوا صاحب بغداد گئے۔ ہاں اس بغداد میں جو ایک عرصہ تک اسلامی حکومت کا گہوارہ رہا۔ اور جس میں کوئی مندر نہیں۔ کوئی شوالا نہیں۔ بلکہ مزار ہیں روضے ہیں۔ خانقاہیں ہیں۔ جہاں ٹل نہیں بجتے۔ ناقوس واویلا نہیں مچاتے۔ بلکہ بانگ اللہ اکبر بلند ہوتی ہے۔ باوا صاحب وہاں گئے۔ وہاں ڈیرا لگایا۔ بھائی مردانہ بھی ہمراہ تھا۔ ایک دلکش اور سُریلی آواز میں باوا صاحب نے بانگ دی۔ اور ایسی رسیلی اور پیاری آواز میں قرأت پڑھی۔ کہ سب انگشت بدنداں ہو گئے۔

میرے سکھ بھائی اور ہندو دوست ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں۔ کیا باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اسپر بھی اگر انکار ہے۔ تو سمجھائیگا خدا والا ہی قصہ ہے۔

تاریخ گرو خالصہ سے شہادت

تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۲۶۲ پر مذکور ہے۔ "باباجی جدے جا اترے۔ ایتھے امی حوا دی قبر توں پورب دے رُخ دریا دے کنارے بابے دا مکان ہے۔ اسے نوں نانک قلندر یا ولی ہندو دا دائرہ آکھدے ہن۔ عرب وچ باواجی عصا۔ استاوہ (کوزہ) مُصلّی (جائے نماز) کتاب (قرآن کریم) نیلے رنگ دلق دی ٹوپی (پشمینے کی ٹوپی جو اکثر صوفیا لوگ پہنتے ہیں) رکھدے سن۔ تے اپنے ساتھیاں پاسوں بھی رکھاندے سن"

صاحبان! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں۔ اور جو کچھ اسوقت میں نے بیان کیا۔ یہ سب کچھ آپ سُن رہے ہیں! احمدی بھی اس مجمع میں ہیں۔ اور غیر احمدی بھی ہندو بھی اسموقعہ پر موجود ہیں۔ اور سکھ دوست بھی۔ کیا کوئی اس دس بارہ ہزار کے مجمع میں سے بتا سکتا ہے۔ کہ اس ہیئت و نشان کے ساتھ ہندو بھی رہا کرتے ہیں۔ یقیناً آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا۔ جو سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ سکے۔ کہ ہاں ہندو لوگ بھی یہ لباس پہنا کرتے ہیں۔ اور اسطرح قرآن۔ عصا۔ کوزہ۔ اور

مصلّے پاس رکھا کرتے ہیں۔ اور اذانیں دیتے ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور حج کرتے ہیں۔ اور نہ صرف خود کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ پس یہ مسلمانوں ہی کا وطیرہ ہے۔ اور انہی کی یہ شان ہے۔ کہ وہ تذلّل وانکسار اختیار کرنے کے لئے جہاں اپنی سیرت میں عاجزی اور فروتنی پیدا کرتے ہیں۔ وہاں ہی اپنی صورت کو بھی خاکسارانہ بناتے ہیں۔

تاریخ گرو خالصہ سے دوسری شہادت

اور سنیئے۔ بھائی گیان سنگھ جی گیانی اپنی تاریخ گورو خالصہ کے صفحہ ۲۶۴ پر تحریر کرتے ہیں۔

" بابے جی نے اپنے ساتھیاں نوں آکھیا تُسیں سچے حاجی نہیں اس راستے وچ مہر اور محبت اور خیرات کر دے جائیے۔ تاں فیض پائیدا ہے۔ جے حجت بازی اور مسخری کر دے جائیے تاں حاجی نہیں ہوندا"

اللہ اللہ! اسقدر عظمت حج کی باوا صاحب کے دل میں تھی۔ کہ اپنے ہم سفروں کو بھی مہر محبت اور خیرات کی تلقین کرتے ہیں۔ اور حجت بازی اور مسخری سے روکتے ہیں۔ کیا اس عظمت کا باوا صاحب کے دل میں ہونا اس بات کا بیّن ثبوت نہیں۔ کہ باوا صاحب کے روں روں میں اسلام اثر کر چکا تھا۔ اور وہ پکے اور سچے مسلمان تھے۔ میرے دوستو سوچو اور پھر سوچو کہ ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اور ہندو تھے۔ اگر ہندوؤں کے یہی طریق ہیں۔ تو "دل ماشاد و چشم ما روشن" انہیں چاہیئے کہ ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اور ان سے سرمو غفلت نہ کریں۔ لیکن دوستو کوئی نہیں ہوگا۔ جو یہ کہے کہ یہ ہندوؤں کے طریق ہیں۔ یہ تو خالص مسلمانوں کے طریق ہیں۔ اور خود سکھ صاحبان اور ان کی مستند کتاب اس بات کی شہادت بہم پہنچا رہی ہیں کہ یہ طریق مسلمانوں کے ہیں۔ اور باوا صاحب نے چونکہ ان کو اختیار کیا۔ اس لئے وہ بھی مسلمان تھے۔

سیاسی نقطہ خیال سے مضمون پر بحث

حضرات اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سکھ گوروؤں اور مسلمان اُمرا اور بادشاہوں کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔ اور اُنمیں کبھی کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہوئی جس سے شکر رنجی پیدا ہو۔ برخلاف اس کے ہندو ہمیشہ گوروؤں کے متعلق ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ اور مسلمانوں کو اکساتے رہے۔ لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ سکھوں کی مدد کی۔ اور گوروؤں کی عزت اور احترام کرتے رہے۔

ہندوؤں کی کوششیں

مگر جس طرح اُسوقت ہندو صاحبان مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ اسیطرح اسوقت بھی کر رہے ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالوی لالا جپت رائے اور سوامی شردھانند جیسے ہندو لیڈر ہمیشہ سکھوں کو مسلمانوں کے برخلاف اکساتے رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے گوروؤں کے فرزندوں کو قتل کروایا۔ اور اس واقعہ کو وہ اسقدر مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتے ہیں۔ کہ ناواقف سکھ بھڑک اُٹھتے ہیں۔ ہمیں ہندوؤں پر تو جو افسوس ہے سو ہے ہی کہ وہ واقعات کو توڑ مروڑ کر مسخ صورت میں پیش کرتے ہیں۔ مگر سکھوں پر بھی افسوس ہے۔ کہ وہ اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں۔ پھر یہ ہمارا بھی قصور ہے کہ ہم نہ تو ہندوؤں کے الزاموں کا جواب دیتے ہیں۔ اور نہ سکھوں کو ان کی تاریخ سے واقف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہندوؤں کے اس پروپیگنڈا کا ازالہ کریں۔ اور خود سکھوں کو بھی بتائیں۔ کہ آپ کی تاریخوں میں تو یوں لکھا ہے اگر ہم ان کو ان کی تاریخ کے اصل واقعات دکھائیں اور بتائیں تو وہ اور بھی ہمارے قریب ہو جائیں۔

الغرض میں تقریر ختم کرنے سے پیشتر چاہتا ہوں۔ کہ مختصر طور پر چند ایسے واقعات آپکے سامنے بیان کردوں۔ جو اس بات کو ظاہر کریں۔ کہ مسلمانوں کے تعلق سکھ گوروؤں

سے خوشگوار تھے۔ اور انہوں نے ان کے فرزندوں کو قتل نہیں کروایا۔ بلکہ یہ ہندو ہی تھے جنھوں نے ایسا کرایا۔ اور ایسا کرانے کی ہر وقت کوششیں کرتے رہے۔

تیسرے گورو پر ایک ہندو کا دعویٰ

یہ ظاہر ہے کہ تیسرے گورو مہاراج امرداس جی صاحب کے عہد میں فقیری اور امیری ایک جگہ جمع ہوئیں۔ ورنہ پہلے گورو بالکل فقیر منش انسان تھے اگرچہ تیسرے گورو جی بھی دنیا سے کوئی محبت نہ رکھتے تھے۔ لیکن عقیدتمندوں کی زیادتی کے باعث ان کے املاک و مال میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسلئے فقیری کے ساتھ امیری بھی جمع ہونی شروع ہو گئی۔

یہ گورو صاحب کرتارپور چھوڑ کر گوبندوال آئے۔ تو گوبند نامی ایک ہندو نے ان پر دعویٰ کیا۔ مگر لاہور کے مسلمان حاکم نے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ کیا

اکبر کی طرف سے معافی

ایسا ہی سمت ۱۶۳۳ بکرمی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا ہوا گورو امرداس جی کو ملا۔ موضع سلطان ونڈ اور تونگ وغیرہ کے نواح کی زمین گورو صاحب کو عطا فرمائی۔ اور سند معافی لکھ دی۔ یہ قطعہ کم از کم ۲۸ ہزار بیگہ کا تھا۔ اور نقد بھی نذرانہ دیا۔

دربار صاحب امرتسر کی بُنیاد کس نے رکھی

ایسا ہی پانچویں گرو صاحب کے تعلقات بھی مسلمان فقراء اور صوفیاء سے مخلصانہ تھے۔ آپ نے جب دربار صاحب امرتسر کی بنیاد رکھی۔ تو کسی ہندو کو سنگ بنیاد رکھنے کے لئے نہ چنا۔ بلکہ حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ سے عرض کی۔ کہ آپ دربار صاحب کا سنگ بُنیاد اپنے دست مبارک سے رکھیں۔ چنانچہ حضرت میاں میر صاحب سے آپ کے تعلقات اور آپ کی عقیدت کا یہ حال تھا ۔ کہ اینٹ رکھتے وقت جب حضرت میاں میر صاحب سے اینٹ ٹیڑھی رکھی گئی۔ اور معمار نے سرکا کر سیدھی کر دی۔ تو گرو صاحب نے معمار کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے غضب کر دیا۔ پاک اور مطہر ہاتھوں کی رکھی ہوئی اینٹ کو

سرکا دیا۔ اب اسکا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ ایک دفعہ یہ مندر گر جائیگا۔ اور پھر بنے گا۔ چنانچہ ایسا ہی
ہُوا۔ ایسا ہی جب گورو ارجن دیوجی نے لاہور میں باؤلی بنوائی۔ تو حسن خان حاکم لاہور
نے ہر قسم کی مدد دی۔ پھر پرتھی چند ایک ہندو نے گورو صاحب کے خلاف دعویٰ
دائر کیا۔ مگر مسلمان حکام نے گورو صاحب کی عظمت اور توقیر کو بغیر یہ خیال کئے۔ کہ
آپ کی سیاسی عظمت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور وہ کسی وقت مضر ثابت ہوگی مقدم
رکھا۔ اور پرتھی راج کا دعویٰ خارج کر دیا۔

چندولال کی شکایت

چندولال وزیر نے ایک دفعہ شکایت کی کہ گورو صاحب نے جو آدہ گرنتھ ایک کتاب بنائی ہے اس میں
مسلمانوں کی بہت توہین کی ہے۔ اسپر گرنتھ صاحب کو دربار میں لایا گیا۔ اور جب
سُنا گیا۔ تو اس میں جابجا اسلام کی تعریف پائی گئی۔ اس پر حاکم وقت نے
چندو لعل کو ڈانٹا اور گرنتھ صاحب کی بہت عزت کی۔ اور سکھوں کے
لئے لگان مُعاف کر دیا۔

چندولال کی ایذارسانی

اس کے بعد چندولال نے یہ کوشش کی۔ کہ گورو صاحب کے ہاں کسی طرح میری لڑکی
کا رشتہ ہو جائے۔ مگر گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ شہنشاہ جہانگیر اس وقت کشمیر میں
تھا۔ اور چندولال سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس نے بادشاہ کی عدم موجودگی
میں گورو صاحب کو بلا کر دباؤ ڈالنا چاہا۔ کہ وہ اس کی لڑکی کا رشتہ لینا منظور کر لیں۔
مگر گورو صاحب نے پھر بھی انکار ہی کیا۔ اسپر اس نابکار نے جیٹھ اور اساڑھ
کی جلتی بلتی دھوپ میں برہنہ بٹھا کر جلتی بلتی ریت آپ کے جسم پر ڈالنی شروع
کی۔ یہاں تک کہ گورو صاحب کے جسم پر آبلے پڑ گئے۔ اس دلخراش واقعہ کو دیکھ
کر حضرت میاں میر صاحب نے گورو ارجن دیوجی مہاراج کو کہلا بھیجا۔ کہ میں شاہِ
وقت کو اس پاپی کے جور و ظلم سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور خود اس سفاک کے
حق میں بددعا کرتا ہوں۔ مگر گورو ارجن دیوجی مہاراج جواباً عرض کرتے ہیں۔

آپ اسکے لئے تو بددُعا نہ کریں۔ مگر میرے لئے دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے اس امتحان میں کامیاب فرمائے۔

حضرات دیکھتے جایئے مسلمانوں کے سکھ گوروؤں کے ساتھ کیا تعلقات ثابت ہو رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے کیا۔ یہ واقعات میں نے اپنی طرف سے بیان نہیں کر دیئے۔ کسی غیر مستند کتاب سے پیش نہیں کر رہا۔ کسی مسلمان کے پیش کردہ دلائل نہیں بیتا رہا۔ بلکہ خود سکھوں کی کتابوں سے ان واقعات کو گوشگذار کر رہا ہوں۔ تاریخ گورو خالصہ میں خصوصیت کے ساتھ یہ سب واقعات مندرج ہیں۔ دوستو باوجود ان باتوں کے سکھ خود یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسلمان ہمیشہ ہمارے ساتھ دوستانہ طریق پر رہے۔ پھر بھی ہندو انہیں ہمارے برخلاف اکسا رہے ہیں۔ اور ناواقف سکھ ان کے بھرے میں آکر اسلام کے برخلاف ہاں اوسی اسلام کے برخلاف جسے باوا صاحب نے پیش کیا۔ اور جس کے باوا صاحب ازحد دلدادہ تھے۔ کیا سے کیا کہہ جاتے ہیں۔ ان ہی واقعات کو دیکھئے۔ کہ کیا چندو لال نے اسی پر بس کی ہرگز نہیں۔ بلکہ اس پاپی نے جب دیکھا۔ کہ جلتی بلتی ریت جسم پر ڈالنے سے بھی گورو صاحب کے پائے ثبات متزلزل نہیں ہوئے۔ تو اس نے کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں گورو صاحب کو ڈالدیا۔ آہ! دوستو! روح اسوقت کانپ اٹھتی ہے۔ جسم میں اسوقت لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ کالبد خاکی اس وقت تھرا اٹھتا ہے۔ جب چندو لال کے اس ظلم کا خیال آتا ہے۔ آہ! گورو ارجن دیو جی مہاراج کا جسم کھولتے ہوئے پانی میں ڈالا گیا۔

چھٹے گُرو کے تعلقات مُسلمانوں سے۔

پھر چھٹے گُرو صاحب جن کا نام گورو ہرگوبند صاحب تھا۔ اور جنھوں نے بعض ضروریات کے لئے تلوار کو کمر سے باندھا۔ آپ جب لاہور تشریف لائے تو کسی پنڈت یا کسی برہمن یا کسی مہاتما سے نہیں ملے

بلکہ آپ بیدمے حضرت میانمیر صاحب۔ شیخ جان محمد صاحب لاہوری۔ شاہ محمد اسمٰعیل صاحب۔ شیخ کرم شاہ صاحب وغیرہم کی ملاقات کے لئے گئے۔ اور انہیں سے گیان دھیان کی باتیں آئی ہیں۔ چندولال نے اسوقت بھی گورو صاحب کی دشمنی نہ چھوڑی اور جہانگیر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ کہ گورو صاحب علم بغاوت بلند کرنے والے ہیں۔ مگر جہانگیر بدظن نہ ہوا۔ اور اس کے تعلقات میں سرمو فرق پیدا نہ ہوا جہانگیر جو کہ ہندوستان بھر کا بادشاہ تھا۔ اس سے بے خبر نہیں تھا۔ کہ گورو صاحب نے باقاعدہ فوج رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ کہ گورو صاحب تلوار حمائل کئے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے اس نے چندولال وغیرہ کی شکایات کی پرواہ نہ کی۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ جہانگیر گورو صاحب کی صریح رعایت کرنا چاہتا تھا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ ان لوگوں کی شکایات سے بدظن ہو کر گورو صاحب کے برخلاف کوئی کارروائی کرتا اس نے وزیر خان نائب وزیر اور غنچہ بیگ دو ہزاری کو سوا دو سو اشرفی دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجا۔ اور گورو صاحب کے پتا کی تعزیت کی۔ اور جب گورو صاحب جہانگیر کو ملنے کے لئے دہلی آئے۔ تو ماسوائے پرتپاک اور پر تعظیم ملاقات اور استقبال کے جہانگیر نے پانسد روپیہ گورو صاحب کا خرچ مقرر کیا۔

جہانگیر کی نوازش

چندولال وغیرہ چونکہ ان کے دشمن ہو رہے تھے اس لئے کسی نہ کسی بہانے سے انہیں گوالیار کے قلعے میں قید کرا دیا۔ مگر وزیر خان حضرت جلال الدین سجادہ نشین حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت میانمیر صاحب نے سفارش کر کے رہا کرا دیا۔ مگر گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تک دوسرے شاہی قیدیوں کو رہا نہ کیا جائے میں رہا نہ ہونگا۔ اس پر محض گورو صاحب کی خاطر پچیس ہندو راجاؤں کو جو سلطنت کے باغی تھے۔ رہا کر دیا گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر خاطرداری کسی کی ہوسکتی ہے۔ پھر جہانگیر نے گورو صاحب کو سات ضرب توپ اور ڈیڑھ ہزار سپاہ رکھنے کی بھی اجازت دیدی۔ اور پنجاب کی نگرانی بھی گورو صاحب کے ہی سپرد کر دی۔

چندولال گروصاحب کے حوالے

پھر ایک موقعہ پر گروصاحب نے جب چندولال کی حرکات و سکنات کے متعلق بادشاہ سے کہا اور جرم ثابت ہوگیا۔ تو بادشاہ نے بغیر اس خیال کے کہ چندولال سلطنت کا ایک معزز عہدہ دار ہے۔ محض اس وجہ سے کہ گروصاحب کے والد بزرگوار کا قاتل ہے۔ قطعی طور پر اسے گروصاحب کے حوالہ کر دیا۔ کہ یہ میرا مجرم نہیں۔ آپ کا مجرم ہے۔

خلاصہ

حضرات! کہاں تک ان واقعات کو پیش کرتا چلا جاؤں۔ مسلمان بادشاہوں اور مسلمان اُمراء نے ہر طرح کی رعایت اور ہر طرح کی تعظیم و تکریم گروصاحبان کی مدنظر رکھی۔ مگر یہ ہندو ہی تھے۔ کہ ان کے برخلاف خود بھی جوش سے اندھے ہو رہے تھے۔ اور دوسروں کی آنکھوں میں بھی ان کے برخلاف مٹی ڈالنا چاہتے تھے۔ مسلمان بادشاہوں نے اپنے جاگیرداروں سے گوروؤں کو تحفے و نذرانے دلائے۔ گوروصاحبان بیمار ہوں۔ تو بہ نفس نفیس ان کی عیادت کے لئے تشریف لیجائیں۔ گوروصاحبان کا دشمن اگر کوئی پیدا ہو تو مسلمان بادشاہ خود اس کا سر کچلنے کے لئے آگے بڑھیں۔ گورو صاحبان پر الزام لگائے جائیں۔ تو مسلمان بادشاہ بجائے انہیں متہم و ملزم گردانتے کے انہیں متوقر و معزز بنائیں۔ چندولال۔ چندولال کا بیٹا کرم چند۔ گروصاحب کا چچیرا بھائی مہربان نام۔ دھیرمل۔ بھگوانا۔ رام رائے۔ گوبند بھنت۔ کرپا داس۔ دیوان سچدانند۔ گنگو برہمن۔ دربار امرتسر کے بلہ پجاری۔ راجہ بھیم چندر۔ راجہ کرپال چند۔ راجہ کیسری چندر۔ راجہ سکھدیو۔ راجہ ہری چندر۔ راجہ پرتھی چند۔ راجہ فتح چندر وغیرہ وغیرہ کون تھے۔ اور ان کا سکھ گوروؤں سے کیا تعلق تھا۔ جاؤ سکھو تک ہاں کی کتابیں پڑھو۔ آپ ہی پتہ چل جائیگا۔ کہ یہ دشمن تھے۔ یہ مارآستین تھے۔ یہ بھیڑ کے لباس میں بھیڑیئے تھے۔ جو گوروصاحبان کی جان کے لاگو تھے۔ لیکن انکے بالمقابل جہانگیر بادشاہ ہے۔ عالمگیر بادشاہ ہے۔ اکبر بادشاہ ہے۔ شاہجہان بادشاہ ہے۔ وزیر خاں نائب وزیر ہے۔ حسن خان حاکم لاہور ہے۔ غنچہ بیگ دوہزاری ہے۔ حسن علی شاہ عربی ہے۔ سیف علی خان ہے۔ سید بدھن شاہ ساڈھوری ہے۔ سید بدھن شاہ

ساڈھوری کا لڑکا ہے۔ (جو راجوں کی لڑائی میں گورو صاحب کی حمایت میں مارا گیا) نبی خان اور اس کا بھائی غنی خان ہے۔ قاضی پیر محمد قاضی ہے۔ حضرت میاں میر صاحب ہیں۔ حضرت جلال الدین صاحب سجادہ نشین۔ حضرت نظام الدین اولیاء ہیں۔ شیخ میاں محمد صاحب لاہوری ہیں۔ شاہ محمد اسمٰعیل صاحب ہیں۔ نواب مالیرکوٹلہ ہے۔ نواب مونڈھ ہے۔ نواب روپڑ ہے۔ شہزادہ داراشکوہ ہے۔ اور اور امراء و رؤسا و فقراء و صوفیاء ہیں۔ جو گورو صاحبان کے دوست ہیں۔ اور گورو صاحبان کے پسینے کی جگہ اپنا لہو بہانے والے ہیں۔ جو گورو صاحبان کی مدد کرنے والے ہیں۔ جو گورو صاحبان کے اعزاز واکرام کو بٹہ لگانا تو کجا دو بالا کرنیوالے ہیں۔ پھر ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیسے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمان سکھوں کے دشمن تھے۔ اور انہوں نے گوروؤں کے بچوں کو قتل کرا دیا۔

پس اے میرے دوستو! مسلمان تو گورو صاحبان کے خیر خواہ اور خیر اندیش تھے۔ وہ تو ان کے محافظ تھے۔ وہ کیسے گورو زادوں کو تہ تیغ کر سکتے تھے۔ یہ چندولال اور چندولال کی قماش کے ہی آدمی تھے۔ جنھوں نے ان کو قتل کیا۔ ان کے زنانہ کو تکلیفیں دیں۔ دوستو میرا وقت ختم ہو رہا ہے ورنہ میں اس امر کو سکھ تاریخوں سے ہی کھول کر بتلاتا۔ کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کے قاتل مسلمان تھے۔ یا ہندو۔

پس ان واقعات کو سکھ صاحبان کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ کہ ہم تو آپ کے خیر خواہ ہیں۔ نہ آج سے بلکہ ہمیشہ سے۔ کیونکہ آپ کا مذہب آخر اسلام ہی ہے۔ پس اگر ان باتوں کو ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ تو ناممکن ہے کہ سکھ اور بھی ہمارے قریب ہو جائیں یہ واقعات اس قابل ہیں کہ سکھ دوستوں کے درمیان انکی جتنی بھی اشاعت کیجائے کم ہے بعض فتنہ پرداز لوگوں نے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان آزردگی اور کشیدگی پھیلانے کے لئے جو پیسے پر گندا اختیار کر رکھا ہے واقف کار احباب اس سے بہت حد تک آگاہ ہیں۔ اس زہر کا بہترین تریاق سکھوں کو اصل حالات سے آگاہ کرنا ہے۔ اور اگر آپ اس مضمون سے زیادہ واقف ہونا چاہتے ہیں۔ تو آپ میری تصنیف "باوا نانک کا مذہب" ضرور ملاحظہ فرماویں:۔

سکھ لٹریچر میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پیشگوئی

پیشتر اس کے کہ میں اپنے مضمون کو ختم کروں میں دوستوں پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے متعلق جہاں اور مذاہب کی کتب میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ وہاں سکھ مذہب کی کتب میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۵۰ پر حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں۔

"مردانے کہیا جو نرنکار وچ تے آپ وچ کوئی فرق نہیں۔ تاں گروجی کہیا۔ مردانیاں۔ کرتار نوں سبھے پیارے اکو جیہے ہندے ہن۔ پھر مردانے کہیا گروُ بھگت کبیر جیہا بھی کوئی بھگت ہوسی۔ تاں گرو نانک صاحب نے کہیا۔ کہ مردانیاں جٹیٹا (زمیندار) ہوسی۔ پر اساں تیکھے نئو سال تیں بعد ہوسی اک نرنکار دی آس رکھسی۔ تاں مردانے کہیا۔ کیہڑی تھائیں ہوسی تے کیہڑے ملک وچ ہوسی۔ تاں گروجی نے کہیا۔ مردانیاں وٹالے دے پرگنے وچ ہوسی۔ سُن مردانیاں! نرنکار دے بھگت اکو روپ دے ہندے ہن۔ پر اوہ کبیر ناوں دی وڈا ہوسی۔ خبری گوروجی مردانے اگے سنیا پریت نوں ایہہ گل کر دے چلے گئے"

مطلب۔ حضرت باوا نانک نے مردانے کو کہا۔ خداوند تعالیٰ کے سب بھگت یکساں ہیں۔ پھر مردانے نے کہا۔ کہ کیا کوئی خدا کا بھگت کبیر سے بھی بڑھکر ہوگا۔ تو شری گورونانک جی نے کہا ہاں مردانیاں اک زمیندار ہوگا۔ اور ہم سے صد سال پیچھے کے زمانہ میں ہوگا۔ یعنی سو سال کے بعد کے آنیوالے زمانہ میں ہوگا۔ اس کے اندر بھی وہ صرف ایک وحدہٗ لاشریک کا ہی سہارا لیگا۔ علاوہ خدا کے وہ اور کسی پر نظر نہیں کریگا۔ تو مردانے نے کہا۔ وہ کس جگہ ہوگا۔ اور کس ملک میں۔ تو حضرت باواجی نے جواب دیا۔

کر بٹالہ کی تحصیل میں ہو گا۔ اگرچہ سب خدا کے پیارے ایک ہی روپ کے ہوتے ہیں۔
گھماے مردانیاں وہ بھگت کبیر سے بھی بڑا ہو گا۔ گرو صاحب مردانہ سے یہ کہتے ہوئے
سینا پہاڑ کی طرف چلے گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ زمیندار تھے اور آپ تحصیل بٹالہ میں پیدا ہوئے اور باوا نانک کے ننوا
سال کے بعد کے زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ آپؑ زمیندار خاندان کے ایک معزز گھرانے سے
تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قادیان تحصیل بٹالہ میں ہی واقع ہے۔ سبحان اللہ
کیسی واضح اور بین پیشگوئی ہے۔ اسیطرح حدیث شریف میں بھی وارد ہے۔ آنیوالا مسیح
زمیندار خاندان سے تعلق رکھیگا۔

اس پیشگوئی میں حضرت باوا نانک صاحب نے بتلایا ہے۔ کہ میرے بعد جو سوسال کے پیچھے آئیگا۔
وہ صرف خدا پر سہارا رکھیگا۔ اب دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے دعاؤں پر کسقدر زور دیا
ہے۔ آپکے ہر لفظ سے دعا اور خدا کا سہارا ظاہر ہے۔ اس فیج اعوج میں جبکہ لوگوں
کے قلوب سے خدا خوفی اور خدا ترسی بالکل مفقود ہو چکی تھی۔ لوگ دعاؤں کو جو اسلام کی
روح رواں ہے۔ ایک بیٹیل چادر کی طرح پھینک رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے
آکر بتلایا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ ستار تمہاری ستاری کرے اور تم دنیا میں ترقی کرو۔ تو تم
پھر اس دعا کی چادر کو لیکر اوڑھ لو جسکو اوڑھ کر لوگ حیوان سے انسان اور انسان سے
با خدا انسان بن گئے۔ تو حضرت باوا نانک کی پیشگوئی سے اگر کوئی برگزیدہ کبیر بھگت
سے افضل نظر آتا ہے۔ اور باوا صاحب کی پیشگوئی کے حرف حرف پر پورا اترتا ہے۔ تو
وہ صرف حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام ہی ہے۔ پھر گرنتھ صاحب میں اس پیشگوئی کو نہایت
واضح اور مبرہن کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

نیر اشٹش کا کاٹا سیسا ✣ شری اس کیت جگت کے عیسے
پہوپن برشٹ گگن تے کیجی ✣ سب ہن آن دوہائی دی
دھنیو دھن لوگن کے راجا ✣ دشٹن دہ غریب نوازا
اکل بھون کے سر جنہارے ✣ داس جان موہ لیوا و بھارے

اس جگہ گرنتھ صاحب نے جنم ساکھی کی مذکورہ بالا پیشگوئی کو قطعی صاف اور واضح کر دیا۔ لکھا ہے کہ اس کا نام عیسےٰ ہوگا۔ اور وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں ہوگا۔ وہ کسی خاص قوم اور کسی خاص ملک کے لئے نہیں ہوگا۔ بلکہ تمام جگت یعنے روئے زمین اور کل دنیا کے واسطے مسیح ہوگا۔ اور اس کی تلوار دعا ہوگی اور اس دعا کی تلوار سے ہی اپنے دشمن کا سر کاٹے گا۔ وہ اپنے مدمقابل کا سر آہنی تلوار سے نہیں دعا اور پرارتھنا کی تلوار سے کاٹے گا۔ اس کی دعاؤں میں خاص سوز و گداز ہوگا۔ اور وہ دعا کے ہتھیار سے ہی اپنے زبردست مقابل میں آنیوالے دشمن کا سر کاٹے گا۔ (ذرا پنڈت لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کو مدنظر رکھا جائے) اُس کی دعاؤں کو آسمان قبول کرے گا۔ فرشتے آسمان سے پھولوں کی بارش کرینگے۔ سب لوگ مبارک مبارک کہیں گے۔ اس کی دعائیں ظالموں کے لئے آہِ خانہ سوز ہونگی اور غریبوں کے واسطے ابر رحمت۔ آگے گورو صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

یہ کوئی تعجب اور اچنبے کی بات نہیں ہے۔ وہ خدا جو تمام کائنات کا خالق ہے اس کے سامنے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اب دیکھئے دنیا کے لئے عیسےٰ کون ہے۔ کس کی دعائیں ظالموں کے لئے آہ خانہ سوز ثابت ہوئیں۔ کس کی دعائیں غریبوں کے لئے ابر رحمت ثابت ہوئیں۔ کس کی دعاؤں کو آسمان نے قبول کیا۔ کس کی دعاؤں سے خوش ہوکر آسمان نے فرشتوں کے ذریعہ پھولوں کی بارش کی۔ کس کی دعاؤں کی عام قبولیت دیکھ کر چار دانگ عالم سے واہ واہ اور سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور برپا ہوا۔ کیا وہ تحصیل بٹالہ میں آنیوالا سب سے بڑا بھگت تو نہیں جس کا نام مرزا غلام احمدؑ قادیانی ہے۔ یقیناً وہی ہے۔

وہ آنیوالا مثیل کرشن ہوگا اور اسکی ولادت دنیا کے تمام بھگتوں سے اعلیٰ ہوگی

پھر شری گرنتھ صاحب آدی (جس پر سکھ مذہب کا مدار ہے) کی بسنت ہنڈول

محلہ ۱ گھر ۲ گور کمتی چھوٹا سائز صفحہ ۱۱۱۰۵ اردو صفحہ ۱۸۹۸ پر شری گورو نانک دیوجی مہاراج کا یہ شلوک درج ہے۔

کوزہ بانگ نماز مصلّے نیل روپ بنواری
گھر گھر میاں سبھناں جیاں بولی اور تمہاری
جے تو میر ہیپت صاحب قدرت کون ہماری
چار کوٹ سلام کرینگے گھر گھر صفت تمہاری

یعنی شری گورو نانک دیو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آنیوالا مہاتما طہارت اذان نماز اور مسجدوں کے آباد کرنے کے لئے بہت زور دیگا۔ اسکا "روپ بنواری" یعنے وہ "مثیل کرشن" ہوگا۔ اسکے گھر میں جو نرینہ اولاد ہوگی۔ وہ "میاں" کے نام سے بلائی جائیگی۔ اور سب لوگ انہیں میاں کے نام سے پکاریں گے۔ اور ان میاں صاحبان کی "بولی" (تقریر) اپنے حسن تدبر معقولیت وزن اور شان کے لحاظ سے نرالی ہوگی۔ اور وہ "روپ بنواری" یعنے مثیل کرشن کے سردار اور سب سے زیادہ واجب الاحترام ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوگا۔ اسکے سامنے ہماری قدرت ہی کیا۔ مشرق و مغرب۔ شمال جنوب چار اطراف اس کے سلام کے لئے جھکیں گے۔ اور ہر ایک گھر میں اس کی چرچہ اور تعریف ہوگی۔ یہ شلوک ایسی مزید تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ روپ بنواری یعنے مثیل کرشن ہونے کا صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی دعویٰ کیا اور آپ کی اولاد مبارک کو ہی میاں کے نام سے پکارا گیا۔

میں چاہتا ہوں کہ سکھ صاحبان حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے ان مذکورۃ الصدر اقوال پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ خدا انہیں ایسا کرنیکی توفیق دے۔

چند مُفید باتیں

اگرچہ یہ حصہ لیکچر میں نہیں آسکا تھا۔ مگر اپنے مفید ہونے کے لحاظ سے یہاں درج کیا جاتا ہے

جب شاہی فوج کو ساتھ لیکر راجہ بھیم چند کہلور والے کٹوچی راجہ کیسری چند جسوال والے راجہ سکھ دیو والے جسروٹہ راجہ ہری چند والے ہنڈورہ اور راجہ پرتھی چند والے ڈڈوال اور راجہ فتح چند سری نگر۔ غرضیکہ قریباً سب کے سب ہندو پہاڑی راجے سری گورو گوبند سنگھ صاحب پر بمقام انندپور حملہ آور ہوئے اور گورو صاحب بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے چمکور پہنچے۔ اور گورو مہاراج کی بوڑھی والدہ اور دو چھوٹے چھوٹے لخت جگر اس افراتفری کی حالت میں روپڑ کے قریب موضع کھیڑی میں اپنے خاندانی پروہت گنگو برہمن کے ہاں رات آرام کرنے کے لئے ٹھیرے۔ وہ گنگو برہمن جو گورو صاحب کا نمک خوار تھا۔ جس پر گورو صاحب کے بے پایاں احسانات تھے۔ مگر اس ظالم اور سفاک نے جب گورو مہاراج کے جگر کے ٹکڑوں کو بے سروسامانی کی حالت میں پایا تو اس خونخوار کی نظر بد لگ گئی اپنے ہاتھوں کو ان معصوموں کے خون میں رنگنا چاہا۔ اس کی بدلی ہوئی نظر کو دیکھ کر گورو مہاراج کی والدہ مکرمہ نے زیور اتار کر دیدیا۔ مگر اس خونی اور سفاک اور ستم کیش کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ یہ بھینٹ (نذر) لیکر بھی برہمن دیوتا پرسن نہ ہوئے۔ بلکہ انہوں نے اپنی دکھشنا (نذر) میں گورو مہاراج کے لخت جگروں اور نونہال فرزندوں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ چنانچہ گنگو برہمن نے فی الفور

حاکم سرہند کو اطلاع دی کہ اس طرح گورو گوبند سنگھ صاحب کے لڑکے میری حراست
میں ہیں۔ چنانچہ حاکم سرہند نے لڑکوں کو مع انکی بوڑھی دادی کے بُلا بھیجا۔ حاکم سرہند
اگرچہ مسلمان تھا۔ لیکن وہ ظالم سفاک نہ تھا۔ اس نے تا فیصلہ گورو صاحب کے صاحبزادگان
کو نظر بند کر دیا۔ آخر اسنے بچوں کو اپنے سامنے بُلایا کہ ان کی قسمت کا فیصلہ کرے۔ آگے
ان دو معصوم بچوں کے ساتھ کیا گذری۔ ہمارے وطنی دوستوں نے بیچارے مسلمانوں
پہ یہ از سرتاپا لغو اور بیہودہ الزام لگایا ہے۔ کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو زندہ دیوار میں
چنوا دیا تھا۔ لیکن واقعات کی موجودگی میں یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کیونکہ صوبہ سرہند اگرچہ
حاکم وقت تھا۔ لیکن اس کی پوزیشن گورو گوبند سنگھ کے بارہ میں بعینہ وہی تھی جو کہ ہیرودیس
کی مسیحؑ کے صلیب پر کھینچنے کے متعلق تھی۔ جس طرح گنگو برہمن نے اپنے ممد و معاون
کے خلاف رپورٹ کر کے انکو حاکم وقت کے ہاتھ میں گرفتار کروا دیا تھا۔ بعینہ اسی طرح
مسیحؑ کے ایک خادم نے اپنے مخدوم کو پکڑوا دیا تھا۔ جس وقت حضرت مسیحؑ کو ہیرودیس کے
سامنے لایا گیا۔ اور اس نے بطور حاکم وقت کے اس مقدمہ کی سماعت کی۔ تو اس نے
فتویٰ دیا۔ کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔ کہ جس کی بدولت اسکو قتل کیا جاوے۔
میں اپنے ہاتھ پانی سے دھوتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں۔ کہ یہ ایک بے گناہ شخص ہے لیکن
مسیحؑ کی قوم کے آدمیوں نے شور مچایا کہ اسکو پھانسی دو۔ اگر تم چھوڑنا چاہتے ہو۔ تو چور اور
ڈاکو کو چھوڑ دو۔ لیکن مسیح ہمارے نزدیک چور اور ڈاکو سے بھی بُرا ہے۔ اسکو پھانسی دو۔
اسکو پھانسی دو۔ حاکم وقت نے مسیحؑ کی قوم کے اس واویلا کو سُنکر کہا کہ میں اس شخص کو بیگناہ
سمجھتا ہوں۔ اور میں اس کے قتل کے حق میں نہیں ہوں۔ لیکن میں اسکو تمہارے سپرد
کرتا ہوں۔ تم اسکے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ چنانچہ ان ملعون لوگوں نے مسیحؑ کو صلیب پر کھینچا۔
ٹھیک اسی طرح جب گورو گوبند سنگھ کے نازک اور ننھے ننھے بچے صوبہ سرہند کے پاس لائے
گئے۔ تو نواب شیر محمد خان والئے مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ معصوم اور بے گناہ بچے ہیں۔ ان کا
کوئی گناہ نہیں ہے۔ انکو ہرگز نہیں مارنا چاہیئے۔ نواب مالیر کوٹلہ کی اس درخواست کو سنکر
صوبہ سرہند کا دل پگھل گیا۔ لیکن اس کے شیطان صورت موذی دیوان سچا نند نے جو کہ

ایک کھتری ہندو تھا۔ نواب مالیر کوٹلہ اور صوبہ سرہند کو مخاطب کر کے کہا۔ و مدافعی راکشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست چراکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔ اس موذی سچدانند کھتری کا گورو مہاراج اور انکے فرزندوں کے بارے میں یہ تقاضا بعینہ اسی قسم کا تقاضا تھا۔ جس قسم کا تقاضا کہ مسیح کی قوم کے یہودی لوگوں نے مسیح کو صلیب پر دینے کے لئے کیا تھا۔ کہ چور اور ڈاکو چھوڑ دو۔ لیکن مسیح کو ضرور پھانسی دو۔ مگر حاکم وقت نے اپنے ہاتھ سے مسیح کو صلیب دینے کی بجائے یہ کہکر اس کو اپنی قوم کے سپرد کر دیا۔ کہ یہ تمہارا آدمی ہے۔ تم اس کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اسی طرح ان مذکورہ بالا واقعات کی موجودگی میں صوبہ سرہند نے گنگو رام برہمن اور دیوان سچدانند کو کہا کہ اگر یہی بات ہے کہ تمہارے نزدیک ان کا باپ بھی زہریلا سانپ یا بھیڑیا ہے۔ اور یہ بھی زہریلے سانپ کے بچے ہیں۔ تو یہ تمہاری اپنی ہندو قوم کے ممبر ہیں۔ میں ان پر ہاتھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ تمہاری قوم کے بچوں کو تمہارے ہی سپرد کرتا ہوں۔ تم ان کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اور یہ کونسی بڑی بات ہے۔ کہ جس صورت میں کہ ہماری ہندو راجگان گورو گوبند سنگھ کے خون کے اسقدر پیاسے تھے۔ کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہر ممکن سے ممکن ذریعہ بہانہ اور حیلہ کو کام میں لانا ضروری اور لازمی سمجھتے تھے۔ جس صورت میں کہ ایسے ہندوؤں کے انتقام کی یہ حالت ہو کہ گورو مہاراج کا پرانا خدمتگار تک بھی انکے بچوں کے خون تک کا پیاسا ہو رہا ہو۔ خود دیوان سچدانند ہندو کھتری بھی انکے خون کا اسقدر پیاسا ہو کہ وہ ان کو سانپ اور بھیڑیے کے بچے بنا کر حاکم وقت کو انکے قتل پر زور دے رہا ہو۔ اس صورت میں یہ کہنا بالکل درست ہوگا۔ کہ گورو مہاراج کے لخت جگروں کے خون کا ذمہ وار سرہند کا مسلمان صوبیدار نہیں تھا۔ بلکہ یہودا اسکریوطی کی طرح گنگو رام برہمن اور دیوان سچدانند کھتری ہی ان معصوم بچوں کے خون کے ذمہ وار تھے۔ واقعات کی اس لڑی کی موجودگی میں سرہند کا مسلمان صوبیدار گورو گوبند سنگھ کے بچوں کے خون سے بالکل بری الذمہ ثابت ہو جاتا ہے۔

پیارو! جب یہ خبر حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچتی ہے۔ کہ اس طرح دو معصوم

بچے دیوار میں چنے گئے۔ تو باوجود یہ سمجھنے کے کہ اس گناہ اور ظلم کا بار گنگو برہمن اور سچدانند دیوان کی گردن پر ہے۔ مگر پھر بھی حضرت اورنگ زیبؒ نے حاکم سرہند کو ہمیشہ اور ہمیشہ کے لئے معطل کر دیا۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں نواب یا حاکم نسلاً بعد نسل چلے آیا کرتے تھے۔ کیا یہ نواب سرہند کو تھوڑی سزا ملی۔ کہ اس کے خاندان کو ہی نوابی اور حکومت سے ہمیشہ کے لئے جُدا کر دیا۔ یا بقول کسی ہندی دان کے "کل ماش" یا خاندان ہی تباہ کر دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا سزا ہو سکتی تھی۔ بے شک گورو مہاراج کے دو معصوم بچوں کا قتل دنیا کی تاریخ میں ایک سُرخ ورق ہے۔ اور خون چکاں کی ایک مہیب تصویر سفاکی اور خونخواری کا ایک بھیانک نظارہ ہے۔ جسے دنیا کی سخت سے سخت سیاست بھی روا نہیں رکھے گی۔ مگر پیارو قابل غور یہ سوال ہے۔ کہ یہ فعل نہ تو سلطنت کے حکم سے ہوا۔ اور نہ شرع نے یہ فتویٰ دیا۔ اصلیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے۔ گنگو برہمن اور دیوان سچدانند کے اصرار سے یہ ہوش ربا واقعہ ظہور میں آیا۔ مگر پھر بھی حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر پاتے ہی نواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے معطل کر کے اس کی کل ناش یا خاندان ہی کو برباد کر دیا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد جن دنوں مالیر کوٹلہ اور سکھ ریاستوں میں بگاڑ ہوا۔ اور ریاست ہائے پھلکیاں نے مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کی۔ تو مہارانی صاحبہ پٹیالہ نے صرف اس بناء پر نواب مالیر کوٹلہ کو مدد دی کہ ایک دن نواب مالیر کوٹلہ نے گورو گوبند سنگھ کے بے گناہ بچوں کی سفارش کی تھی۔ سکھوں کو وہ احسان نہ بھولنا چاہیئے۔ اس سے بھی اندازہ لگالو کہ سمجھدار اور ذی علم سکھ دوست اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ کہ آڑے وقت میں گورو صاحب کی کس نے مدد کی۔ ہماری یہ دل وجان سے خواہش ہے۔ کہ ایام سابق میں جس طرح مسلمان اور سکھ بھائی باہمی محبت اور پیار سے رہتے تھے۔ سکھوں اور گورو صاحبان اور مسلمانوں کے باہمی گہرے تعلقات تھے اور پریم و محبت کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ شری گورو ارجن دیو مہاراج نے جب امرتسر کے مندر کے لئے بنیادی پتھر رکھوانا چاہا۔ تو آپ نے حضرت میاں میرؒ کے مقدس اور مطہر ہاتھوں کو اس بات کے لئے

منتخب کیا۔ حالانکہ اسوقت بڑے بڑے پنڈت بھی ہونگے۔ مگر گورو صاحب نے اگر کسی
ہاتھوں میں برکت دیکھی۔ اور رحمت پائی تو صرف حضرت میاں میر صاحب کے ہی مطہر ہاتھوں
میں۔ کیا اب بھی مسلمانوں اور سکھوں میں باہمی محبت اور پیار میں کوئی شک وشبہ رہجاتا
ہے۔ ہماری یہ دل و جان سے دعا ہے۔ کہ خدا ہمارے دلوں میں بھی وہی محبت اور پریم
کی لہر جاری کردے اور آجکل کے سکھ اور مسلمان بھی اپنے بزرگان اسلاف کے نقشِ قدم
پر چلکر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کی پاک اور مقدس ارواح
کی اشیرباد یں۔ اور نیک دُعائیں اپنے حق میں لیں۔

جو کچھ گذرا۔ بحیثیت مجموعی نا تو اس کے لئے مسلمان ملعون ہو سکتے ہیں۔ اور نہ
ہندو۔ بلکہ ہمارے سکھ دوستوں کو ماضی کے واقعات ماضی میں ہی دفنا دینے چاہئیں
اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر انہیں کم از کم واقعات سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔

سکھ صاحبان سے چوبیس ۲۴ سوالات

(۱) اگر حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے اسلام اور ہندوازم سے کوئی الگ مذہب نکالا تو
مذہب کے لئے ایک طرف روحانیت اور دوسری طرف شریعت کی اشد ضرورت ہے۔
بدوں اسکے مذہب مکمل و مستقل نہیں۔ اسلئے بتلایا جائے۔ کہ باوا صاحب کونسی شریعت
لائے۔ جبکہ وہ فرماتے ہیں۔ "بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ"۔ اب سکھ صاحبان کی
وہ کونسی شریعت ہے جس میں بیاہ شادی۔ طلاق۔ خلع۔ بیع وشرعی معاملات اور کس کس
سے نکاح جائز اور کس سے حرام ہے۔ اور باہمی لین دین مرد و زن کے تعلقات اور
معاشرت وغیرہ کے لئے احکام ہوں۔

(۲) اگر باوا صاحب مُردہ کے جلانے کے حامی اور زمین میں دفنانے کے منکر تھے
تو اس عبارت کا کیا مطلب زن۔ پسر۔ پدر۔ برادران کس نیست دستگیر۔ آخر بغیرم کس ندارد

چوں شود تجہیز[۱]۔ اور باوا صاحب کی لاش جلائی یا دفنائی گئی۔ اور جلائی گئی تو کہاں۔

(۴) اگر باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ تو آپکے ان اقوال کا کیا مطلب ہے۔

ایہو جنم نہ مریں ناآویں جائیں۔ نانک گور مکھ من سمجھائیں۔ لکھ چوراسی بھردے بھرم بھرم ہوئے خوار (۴) اگر سکھ دھرم میں کیس رکھنے کی تاکید یا فرض ہے۔ تو گرنتھ صاحب کے اس اشلوک کا کیا مطلب ہے۔

کبیر پریت کر ایک سوں الٹ بدہ بدہا جائے ⁂ بھاویں لانبے کیس رکھ بھاویں گھر ڑ منڈائے

(۵) اگر باوا صاحب اسلام سے محبت در رکھتے تھے۔ تو اس شلوک کا کیا مطلب۔

ہوئے مسلم دین ڈھائے مرن جیون کا بھرم چکانے (فری گرنتھ دار[illegible])

(۶) اگر باوا صاحب کلمہ طیبہ کا احترام نہ کرتے تھے۔ تو اس شلوک کا کیا مطلب ہے۔

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب [illegible] صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دوزخ دنیا اوہ چڑھے جو کہے دکلمہ پاک نبتا نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اک روح ایمان دی جو ثابت تز کے ایمان (جنم ساکھی صفحہ ۲۴۴)

(۷) اگر باوا صاحب نماز روزہ کا احترام نہ کرتے تھے۔ تو پھر ان شلوکوں کا کیا مطلب ہے

خصم کی ندریں دنیں پسندی جنھیں اک کر دھایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے (سری راگ)

لعنت برسر تہاں جو ترک نماز کریں ⁂ تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گنویں
جمع کر نام دی پنج نماز گزار ⁂ یا جہوں نام خدائیدے ہویں بہت خوار

(۸) اگر گرنتھ صاحب کے نزدیک نماز کا احترام نہیں تو ان شلوکوں کے کیا ارتھ کئے جائینگے

فریدا بے نمازا کُتیا ایہہ نہ بھلی ریت ⁂ کدی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت
اُٹھ فریدا وضو ساد صبح نماز گزار ⁂ جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اُتار لے
جو سر سائیں [illegible] نہ نویں سو سر کیجے کائیں ⁂ کُنی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں۔

(۹) اگر باوا صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عقیدت نہ رکھتے تھے۔ تو ان شلوکوں کا کیا مطلب ہوگا۔